استاد شہید مرتضیٰ مطہری
عبادت
و
نماز
دار الثقلین

عبادت و نماز

استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ

ترجمہ

سید سعید حیدر زیدی

یکے از مطبوعاتِ

دارالثقلین

پوسٹ بکس نمبر ۲۱۳۳-کراچی ۷۴۶۰۰-پاکستان

زیرنظر رسالہ عبادت اور نماز کے موضوع پر استاد شہید مرتضیٰ مطہری کی دو تقاریر کا مجمو
ے۔ یہ تقاریر ۲۳ اور ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ کو حسینیہ ارشاد تہران میں کی گئیں۔ ان تقا
شہید مطہری نے اسلام میں عبادات و معنویات کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، خداوندِ عالم
ن اور عبادات کے تربیتی اثرات پر گفتگو کی ہے اور فقط انہی میں ڈوب کے رہ جانے یا انہیں
ر نظر انداز کر دینے کی نفی کرتے ہوئے اسلام کے ایک جامع اور دنیا و آخرت دونوں
یابی اور فلاح کے طالب دین ہونے کی وکالت کی ہے۔

تقریر اور تحریر، اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کے دو ذرائع ہیں۔ ان میں سے
کا اپنا علیحدہ انداز اور مخصوص اثر ہوا کرتا ہے۔ مقرر اپنی حرکات و سکنات اور چشم و ابرو
ں کے ذریعے بھی پیغام دیتا ہے، جبکہ تحریر اس سہولت سے محروم ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی تقریر
پوری تاثیر کے ساتھ قلم بند کرنا ممکن نہیں۔ زیرنظر تقاریر کا ترجمہ کرتے ہوئے کوشش کی گ
لہ انکا تقریری انداز بھی محفوظ رہے اور ان میں کی جانے والی گفتگو بھی تحریر کی صورت میں
پوری پہنچ جائے۔ ہم اس کوشش میں کس حد تک کامیاب رہے اس سے ہمیں قارئین مطل
یں گے۔

امید ہے ہماری دوسری مطبوعات کی طرح یہ مختصر کتابچہ بھی قارئین سے سندِ قبولیت
ے گا۔

عبادت و نماز

〈۱〉

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ہ وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً (سورۂ احزاب ۳۳- آیت ۴۱٬۴۲)

''ایمان والو! کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا کرو اور صبح و شام اسکی تسبیح کیا کرو۔''

از کی اہمیت

ہم اپنے مذہبی مضامین میں بعض ایسی چیزیں بھی دیکھتے ہیں جو کچھ اذہان
دت کے موضوع پر سوالات پیدا کرتی ہیں۔ مثلاً نماز کے بارے میں ہم سے کہا
کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے یا ائمہ اطہارؑ (۱) کا فرمان ہے کہ :اَلصَّلوٰۃُ عَم
دینِ (نماز دین کا ستون ہے۔ وسائل الشیعہ - ج ۳ - ص ۲۳ - ح ۱۳)

یعنی اگر ہم دین کو ایک نصب شدہ خیمہ سمجھیں، جس میں اس کی چادر بھی ہے، طنا
، حلقہ بھی، زمین میں گڑی ہوئی بڑی بڑی کیلیں بھی اور ایک ستون بھی جس نے اس
کھڑا کیا ہوا ہے، تو نماز اس نصب شدہ خیمے کے ستون کی مانند ہے۔

---

۱ کیونکہ یہ چیز پیغمبرؐ کے کلمات میں بھی پائی جاتی ہے اور ائمۂ اطہار علیہم السلام کے فرمودات میں
ود ہے

حدیث نبویؐ میں' جوخود رسول کریمؐ سے نقل ہوئی ہے' خاص طور پر اسی بات کی با
طرح وضاحت کی گئی ہے' جس طرح ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے۔
نماز کے بارے میں روایت ہے: اِنَّ قُبِلَتْ قُبِلَ مَاسِوِیها وَاِنْ رُدَّتْ
سواها ۔مراد یہ ہے کہ انسان کے تمام اعمال کی قبولیت نماز کے قبول ہونے سے مشر
۔یعنی اگر انسان کوئی نیک عمل انجام دے لیکن نماز نہ پڑھے' یا نماز پڑھے تو سہی لیک
ست نہ پڑھے' ایسی نماز پڑھے جو بارگاہِ الٰہی میں قبول نہ کی جائے' مسترد کردی جا
ایسی صورت میں اسکے دوسرے تمام نیک اعمال بھی مسترد کر دیئے جائیں گے۔انسا
تمام نیک اعمال کی قبولیت اسکی نماز کی قبولیت سے وابستہ ہے۔
ایک اور حدیث میں ہے: اَلصَّلوٰۃُ قُرْبَان کُلِّ تَقِی (نماز ہر متقی کے لئے وس
رب ہے۔ نہج البلاغہ - کلمات قصار ۱۳۶) ۔اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے
طان اس وقت تک مومن سے دور اور اس سے ناراض رہتا ہے جب تک وہ اپنی نماز
ظت اور پابندی کرتا ہے۔
احادیث و روایات میں کثرت کے ساتھ اس طرح کی باتیں ملتی ہیں' حتیٰ
تِ قرآنی سے اس مفہوم یعنی نماز کی غیر معمولی اہمیت کو اخذ کیا جا سکتا ہے۔
اس بارے میں اٹھنے والا ایک سوال جو گاہ بگاہ کچھ لوگوں کی زبان پر آتا ہے' وہ
کہ نماز کی اہمیت کے بارے میں اس قدر زیادہ احادیث میں سے کچھ احادیث تو ضر
ں ہوں گی' درست نہ ہوں گی' صحیح اور معتبر نہ ہوں گی' پیغمبرؐ یا ائمۂ اطہارؑ کا کلام نہ ہو
؟ ان احادیث کو شاید اس دور میں وضع کیا گیا ہو گا جس میں عالم اسلام میں زاہد ا
دت گزار افراد کی کثرت ہو گئی تھی' یہ اس دور کی ساختہ ہوں گی جب (اسلامی دنیا) می
وعبادت کا بازار گرم تھا' بالخصوص دوسری اور تیسری صدی ہجری میں جبکہ زاہد مسلک ا
دت میں حد سے گزر جانے والے افراد ظاہر ہوئے تھے' جو کم و بیش رہبانیت اختیار

تھے۔

...راور صوفی نما لوگ

ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت سے دنیائے اسلام میں تصوف نے جنم لیا' اسی دور...
افراد پیدا ہو گئے تھے جو دیگر اسلامی فرائض و واجبات کو بھلا کر اپنی ساری طاق...
...ف عبادت اور نماز میں صرف کرتے تھے۔

مثلاً ہم حضرت علیؑ کے اصحاب میں ربیع بن خثیم نامی ایک شخص کو پاتے ہیں' یہ...
...ف خواجہ ربیع ہیں جن سے منسوب ایک قبر مشہدِ مقدس میں ہے۔ اب میں یہ با...
... سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ قبر انہی کی ہے یا نہیں' مجھے اس بارے میں خاطر خواہ معلو...
...۔ البتہ اس بارے میں شک نہیں کہ یہ ''زھادِ ثمانیہ'' یعنی دنیائے اسلام کے...
...ف زاہدوں میں سے ایک شمار کئے جاتے ہیں۔

ربیع بن خثیم کے زہد و عبادت کا یہ عالم تھا کہ اپنی عمر کے آخری دور میں (۱) انہ...
اپنی قبر کھودی اور وقتاً فوقتاً جا کے اس قبر میں لیٹ جایا کرتے اور اپنے آپ کو...
...ت کرتے۔ قبر میں لیٹ کر اپنے آپ سے کہتے کہ: یہ نہ بھلا بیٹھنا کہ آخر کار تمہیں...
...ہے۔

جب انہیں اطلاع ملی کہ لوگوں نے فرزند رسول حسین ابن علیؑ کو شہید کر دیا...
...ں نے اس اندوہناک واقعے پر اظہارِ افسوس کے طور پر صرف اتنا کہا کہ: ''وا...

...یع' حضرت علیؑ کے بعد امام حسینؑ کی شہادت کے زمانے تک حیات رہے' یہ تقریباً ۲۰ سال ...
...ہے۔ یعنی جس زمانے میں امام حسینؑ کو شہید کیا گیا' یہ زندہ تھے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ پور...
...ان کا کام فقط اور فقط عبادت تھا اور اس عرصے میں انہوں نے کوئی دنیاوی بات زبان سے...

س امت پر جس نے اپنے پیغمبر کے فرزند کو شہید کیا۔'' اور یہ (اس بیس سال کے عر
ں) ذکرِ الٰہی اور دعا و مناجات کے سوا ان کی زبان سے ادا ہونے والا واحد جملہ تھا۔
ں کہ بعد میں انہوں نے استغفار کیا اور پشیمان ہوئے کہ آخر کیوں میں یہ چند کلما
بان پر لایا جو ذکرِ خدا نہ تھے۔

یہی ربیع بن خثیم' امیر المومنین حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں' حضرتؑ کی سپاہ
امل تھے۔ ایک روز امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یـــا اَمیـ
ـمُؤمِنینَ اَنَا شَکَکْنا فِی ھٰذَا الْقِتال (۱)۔ اے امیر المومنین! ہمیں اس جنگ
رے میں شک ہے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ کہیں یہ جنگ غیر شرعی نہ ہو۔ (کیوں؟ کس
ے؟) اس لئے کہ ہم اہل قبلہ (مسلمانوں) کے خلاف برسرِ پیکار ہیں' ہم ایسے لوگوں
اف تلواریں اٹھائے ہوئے ہیں جو ہماری ہی مانند شہادتین (کلمہ) پڑھتے ہیں' ہماری
رح نماز ادا کرتے ہیں' ہماری ہی مثل رو بہ قبلہ کھڑے ہوتے ہیں۔

ربیع' امیر المومنین حضرت علیؑ کے شیعہ تھے اس لئے ان سے جدا بھی نہیں
ہتے تھے' لہٰذا کہتے ہیں: اے امیر المومنین! برائے کرم میرے سپرد کوئی ایسا کام کیجئے
ک وشبہ سے پاک ہو۔ مجھے کسی ایسی جگہ' کسی ایسی ڈیوٹی پر بھیج دیجئے جس میں شک
۔

امیر المومنینؑ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: بہت اچھا' اگر تم شک میں
تو میں تمہیں ایک دوسری جگہ بھیج دیتا ہوں۔

معلوم نہیں خود انہوں نے اس جگہ جانے کی درخواست کی یا خود امیر المومنینؑ ہی
صلہ کر کے انہیں مملکتِ اسلامی کی سرحدوں میں سے ایک سرحد پر بھیج دیا' وہاں بھی

ان کے ''انا'' کہنے سے پتا چلتا ہے کہ وہ کئی لوگوں کے نمائندے کی حیثیت سے آئے تھے۔

ی کی حیثیت سے تعینات تھے‘ لیکن یہ ایک ایسی سرحد تھی کہ اگر اتفاق سے وہاں جنگ
خونریزی کی نوبت آتی بھی تو دوسری طرف کفار یا بت پرست ہوتے‘ غیر مسلم ہوتے۔

جی ہاں‘ یہ تھا اس زمانے کے زہاد اور عبادت گزار افراد کا ایک نمونہ۔

ایسا زہد و عبادت کس کام کا؟

کسی کام کا نہیں۔

ایک ایسا شخص جو حضرت علیؑ جیسی شخصیت کے لشکر میں شامل ہو۔ لیکن علیؑ کی دکھائی
ں راہ‘ اور علیؑ کے فرمانِ جہاد کے بارے میں شک و شبہے کا شکار ہو‘ یہ خیال اسکے ذہن میں
ئے کہ آپؑ کا یہ فرمان‘ یہ حکم درست بھی ہے یا نہیں؟ اس موقع پر وہ احتیاط پر عمل کر
نیاط پر بنا رکھے۔ اسی طرح جیسے آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کیوں مشکوک روزہ رکھیں

آپ دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان یہ بات بہت عام ہے‘ وہ کہتے ہیں کہ
ب ایسا روزہ رکھیں جس میں شک ہے‘ یہ بھی کوئی عمل ہوا؟ کیوں ایسی جگہ جنگ کر
ں شک ہو؟ ہمیں ایسی جگہ چلنا چاہئے جہاں رکھے جانے والے روزے میں شک نہ

اس بات کی کیا اہمیت ہے؟

اسلام بصیرت کا تقاضا کرتا ہے۔ عمل بھی طلب کرتا ہے بصیرت بھی۔ یہ شخص (خو
ج) بصیرت کے حامل نہ تھے۔ انہوں نے معاویہ اور یزید جیسے ظالم کے دور میں زند
ی۔ دورِ معاویہ جس میں دینِ خدا میں تبدیلیاں کی گئیں‘ اس میں بدعتیں ایجاد کی گئیں
ر جو تاریخ اسلام کے بھیانک ترین جرائم کا مرتکب ہوا‘ اور پیغمبر اسلامؐ کی تمام
ششوں اور محنتوں پر پانی پھیر دینے کے درپے ہوا۔ لیکن ایسے دور میں یہ صاحب (خو
ج) گوشہ نشینی اختیار کر کے شب و روز مسلسل نماز میں مشغول رہتے ہیں‘ ذکرِ الٰہی کے
ئی کلمہ ان کی زبان سے ادا نہیں ہوتا اور اگر حسین ابن علیؑ کی شہادت پر اظہارِ تاسف
ے ایک جملہ ان کی زبان سے نکل بھی جاتا ہے تو بعد میں اپنے اس عمل پر پشیمان ہو

کہتے ہیں کہ یہ تو دنیوی بات ہوگئی، میں نے اس کی بجائے سبحان اللہ، الحمد
ں نہ کہا؟ اسکی جگہ یا حی یا قیوم کیوں نہ کہا؟ اللہ اکبر اور لاحول ولا قوۃ
کیوں نہ پڑھا؟

یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات سے موافق نہیں۔ لایُری الجاھلُ الاّمُفرِ ط
رّطاً (جاہل کو نہ پاؤ گے مگر یا حد سے بڑھا ہوا اور یا اس سے بہت پیچھے۔ نہج البلا
ت قصار ۲۶)۔ جاہل یا تو بہت آگے بڑھ جاتا ہے یا بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔

ن کے بارے میں ایک غلط تصور

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ: الصّلوٰۃُ عَمودُ الدّین (نماز دین کا ستون ہے)
کسی بھی طرح اسلامی تعلیمات سے موافق نہیں۔ کیونکہ دین اسلام تو سب چیزوں
ہ اجتماعی مسائل کو اہمیت دیتا ہے۔ اسلام تو اِنَّ اللہ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَ
کا دین ہے۔ اسلام تو لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتا
میزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (۲) کا دین ہے۔ اسلام تو امر بالمعروف اور
المنکر کا دین ہے: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (۳) اسلام جہدِ مسلسل اور کوشش اور عمل کا دین ہے۔ اسلام ا
م دین ہے۔

بے شک اللہ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ سورۂ نحل ۱۶- آیت ۹۰۔
بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزا
ل کیا ہے، تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں۔ سورۂ حدید ۵۷- آیت ۲۵۔
تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے۔ تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے
رائیوں سے روکتے ہو۔ سورۂ آل عمران ۳- آیت ۱۱۰۔

ایک ایسا دین جو مذکورہ مسائل کو اتنی اہمیت دیتا ہے، کیسے ممکن ہے کہ وہ عبادت کے اتنی زیادہ اہمیت کا قائل ہو؟ نہیں، دین اسلام میں عبادت کے مسئلے کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں۔ ہمیں اسلام کی اخلاقی اور اجتماعی تعلیمات کے نفاذ کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ عبادت بے کار لوگوں کا مشغلہ ہے۔ جنہیں کوئی اہم ترین کام نہ ہو وہ نماز پڑھیں، عبادت کریں۔ لیکن ایک ایسا شخص جس کے سامنے اہم ترین کام ہوں اسکے لئے لازم نہیں کہ وہ عبادت بجالائے۔

یہ بھی ایک غلط فکر ہے اور انتہائی خطرناک۔ اسلام کو اس طرح سمجھنا چاہئے جیسا کہ وہ ہے۔

میرے ان عرائض کی وجہ یہ ہے کہ ان چیزوں کو میں اپنے معاشرے میں ایک بیماری کی صورت میں محسوس کر رہا ہوں۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ اس وقت ہمارے معاشرے میں جو لوگ اسلام کا نعرہ بلند کر رہے ہیں ان میں سے اکثر (البتہ سب کو نہیں کہتا) دو گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک گروہ ربیع بن خثیم جیسے طرزِ فکر کا حامل ہے، ربیع کی طرح سوچتا ہے۔ ایسے لوگوں کے نزدیک ''اسلام'' ذکر و دعا کرنے، نوافل پڑھ لینے، زیارات پر جانے اور زیارتِ عاشورہ کی قرآئت کا نام ہے۔ ایسے افراد کے نزدیک اسلام کے معنی مفاتیح اور زاد المعاد ہے (دعاؤں کی دو معروف کتابیں)۔ ان کا پورا اسلام مفاتیح الجنان میں سمٹ آیا ہے۔ اسکے سوا ان کے نزدیک کسی اور چیز کا وجود ہی نہیں، یہ لوگ بالکل ربیع بن خثیم کی سی سوچ رکھتے ہیں۔ انہیں دنیا سے کوئی سروکار نہیں، مسائل حیات سے کوئی غرض ہی نہیں، اسلام کی اجتماعی تعلیمات سے کوئی مطلب نہیں، اسلامی اصول و ارکان سے کوئی لگاؤ نہیں، اسلامی تربیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ انہیں سرے سے کسی بھی چیز سے مطلب نہیں۔

ان لوگوں کی تفریط کے ردِعمل میں ایک افراطی طبقہ پیدا ہوا ہے۔ یہ طبقہ اسلام کے

اعی مسائل کو اہمیت دیتا ہے' ان کے بارے میں حساسیت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اس ب
ے یہ لوگ قابل قدر ہیں۔ لیکن انہی لوگوں میں سے کچھ کو بعض اوقات میں دیکھتا ہوں ک
مستطیع ہونے کے باوجود حج کو نہیں جاتے۔ یہ شخص جو واقعاً مسلمانوں سے' حقیقتاً اسا
ے لگاؤ رکھتا ہے' اسکا دل اسلام کے لئے دھڑکتا ہے' لیکن مستطیع ہوتے ہوئے بھی حج
ں جاتا' اس کی نظر میں حج کی کوئی اہمیت ہی نہیں' تقلید ضروری ہے لیکن اسے اہمیت نہی
ا۔ حالانکہ تقلید ایک معقول بات ہے۔

تقلید کسے کہتے ہیں؟

کہا جاتا ہے کہ یا تو آپ' نماز روزہ جیسی چیزوں کے مسائل کو (مصادرِ شرع سے
راست خود اخذ کیجئے۔ یعنی اس میدان میں اس قدر ماہر ہو جایئے کہ اس مہارت ک
بوتے پر خود استنباط کر سکیں۔ یا پھر یہ کہ احتیاط پر عمل کیجئے' جو ایک خاصا دشوار کام ہے
ر ایک ماہر جامع الشرائط عادل شخص کا انتخاب کیجئے اور جس طرح ایک ماہر طبیب س
ع کر کے اسکے بتائے ہوئے پر عمل کرتے ہیں اسی طرح اس کی رائے پر عمل کیجئے
ن بغیر تقلید کے رہ ہی نہیں سکتا۔ یعنی اگر وہ تقلید نہ کرے تو اپنے آپ کو بہت زیا
ل میں ڈال لیتا ہے۔

اسی طرح بعض لوگ روزے کو اہمیت نہیں دیتے۔ اگر کسی سفر کی وجہ سے ان کا رو
ہو جائے تو اس قضا کو ادا نہیں کرتے۔ یہ لوگ بھی اپنے آپ کو ایک کامل مسلمان سمج
۔ وہ اوّل الذکر گروہ بھی خود کو کامل مسلمان سمجھتا ہے' جبکہ نہ یہ کامل مسلمان ہیں نہ وہ۔
دینِ اسلام نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ (۱) سے اتفاق نہیں کرتا۔ یہ نہ
تا کہ انسان اسلامی عبادات کو تو اپنائے لیکن اسکے معاشرتی اور اخلاقی قوانین کو نہ

م بعض چیزوں پر ایمان لائیں گے اور بعض چیزوں کا انکار کریں گے۔ سورۂ نساء ۴ - آیت ۱۵۰۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اختیار نہ کرے۔ اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ انسان
روف اور نہی عن المنکر کو لے لے' اور اسلامی عبادات کو چھوڑ دے۔

قرآن مجید جہاں کہیں بھی اقیموا الصلاۃ کہتا ہے' اسکے فوراً بعد آتوا الزکاۃ
۔ اگر اقام الصلاۃ کہتا ہے تو اسکے بعد آتی الزکاۃ کہتا ہے۔ جب یقیم
لاۃ کہتا ہے تو اسکے بعد یوتون الزکاۃ کہتا ہے۔ یقیمون الصلاۃ کا تعلق بند
دا کے درمیان رشتے سے اور یوتون الزکاۃ کا ربط بندگانِ خدا کے آپس
ت سے ہے۔

جس طرح ایک مردِ مسلمان کو اپنے اور اپنے رب کے درمیان ایک مستقل
ل رابطے کی ضرورت ہے اسی طرح اسکے لئے ضروری ہے کہ اپنے اور ا
ر ے کے درمیان بھی ایک مستقل اور مسلسل رابطہ قائم رکھے۔

بغیر عبادت کے' بغیر ذکرِ الٰہی کے' بغیر یادِ خدا کے' بغیر مناجات کے' بغیر حضورِ قل
بغیر نماز کے' بغیر روزے کے ایک اسلامی معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا' حتیٰ خود انسان
نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح بغیر ایک سالم معاشرے کے' بغیر ایک سالم ماحول کے' بغیر امر بالمعرو
بغیر نہی عن المنکر کے' بغیر مسلمانوں سے پیار و محبت کے اور بغیر دوسروں کی مدد اور
ساتھ تعاون کے انسان ایک اچھا عبادت گزار بندہ نہیں بن سکتا۔

ایک جامع الصفات ہستی

آپ اگر حضرت علی ابن ابی طالب کی حیات پر ایک سرسری سی نگاہ بھی ڈالیں ت
جاتا ہے کہ آپ ایک عابد بلکہ دنیا کے اولین درجے کے عابد ہیں۔ یہاں تک کہ آ
عبادت تمام عالم میں ضرب المثل بن جاتی ہے۔ عبادت بھی ایسی کہ فقط خم و راست

ں' (بے روح رکوع و سجود نہیں) بلکہ ایسی عبادت جو اول سے آخر تک جذبات
لے سے' عشق سے' گریہ وزاری سے لبریز ہے۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ''ضرار'' نامی ایک شخص کی معاویہ سے ملاقات ہ
۔ معاویہ کو معلوم تھا کہ ''ضرار'' حضرت علیؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ چنانچہ فرما
تم علی کے ساتھ ہوا کرتے تھے' میرے سامنے ان کے فضائل بیان کرو۔ خود معا
ں طرح حضرت علیؑ سے واقف تھے۔ لیکن اسکے باوجود وہ دوسروں سے ان کے بار
سننا پسند کرتے تھے کیونکہ وہ دل کی گہرائیوں سے حضرت علیؑ کی عظمت کے قائل
نکہ یہی تھے جنہوں نے حضرت علیؑ کے خلاف تلوار تک اٹھائی تھی۔

انسان ایسا ہی موجود ہے!! وہ علیؑ کے عقیدتمند بھی تھے' لیکن اس کے باوجود انہو
حضرت علیؑ کے خلاف ناپسندیدہ اقدامات میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

''ضرار'' نے معاویہ کے سامنے اپنا ایک مشاہدہ نقل کیا۔ کہا: میں نے ایک رات ع
راب عبادت میں دیکھا: يَتَمَلْمَلُ تَمَلْمُلَ السَّلِيمِ وَيَبْكِي بُكَاءَ الْحَزِينِ۔
محراب عبادت میں خوف خدا سے' ایک ایسے شخص کی مانند تڑپ رہے تھے جسے سان
کاٹ لیا ہو۔ غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے ایک انسان کی مانند گریہ وزاری میں مشغو
سرد آہیں بھرتے تھے' آتش جہنم سے لرزاں آہ آہ کرتے تھے۔ مولائے کائنات کی
ت سن کر معاویہ کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔

اسی طرح جب حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ایک موقع پر معاویہ اور عدی بن حا
لاقات ہوئی تو معاویہ نے عدی بن حاتم کو حضرت علیؑ کے خلاف بھڑکانا چاہا۔ عدی
اين الطرفات ؟ طریف' طرفہ اور طارف کیا ہوئے ؟

ضرت عدی بن حاتم کے تین فرزند تھے' جن کے نام طریف' طرفہ اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پ

حضرت عدی بن حاتم نے جواب دیا: وہ سب صفین میں علیؑ کی رکاب میں شہید
ے۔

معاویہ نے کہا: علیؑ نے تیرے ساتھ ناانصافی کی' اپنے بچوں حسنؑ حسینؑ کو تو پیچ
ا اور تیرے بچوں کو آگے کر کے موت کے منہ میں دھکیل دیا۔

حضرت عدی بن حاتم نے جواب دیا: حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے علیؑ کے سا
صافی کی۔ اگر میں انصاف کرتا تو آج میں زندہ اور علیؑ زیر خاک نہ ہوتے۔

معاویہ نے جب اپنا نشانہ خطا جاتے دیکھا تو عدی سے کہا: اے عدی! میرا دل چ
کہ تم مجھے علیؑ کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ عدی بن حاتم نے تفصیل کے ساتھ حضرت علیؑ
صاف بیان کئے۔ وہ کہتے ہیں کہ آخر میں' میں نے دیکھا کہ معاویہ زار و قطار رو ر
ں۔ اسکے بعد انہوں نے آستین سے اپنے آنسو صاف کئے اور کہا: افسوس کہ زمانہ علیؑ
د انسان جننے سے بانجھ ہے۔

دیکھئے حقیقت کیسے جلوہ گر ہوتی ہے؟

یہ تو تھی حضرت علیؑ کی عبادت' لیکن کیا علیؑ صرف اہل محراب تھے' محراب کے
یں اور نظر نہ آتے تھے؟

ہم حضرت علیؑ کی زندگی کے ایک اور رخ کا جائزہ لیتے ہیں (اور وہ آپؑ کی حیا
اعی سے تعلق رکھتا ہے) آپؑ ہر لحاظ سے ایک اجتماعی ترین فرد تھے' ضرورت مند
کسوں' مسکینوں اور لاچاروں کے حالات سے واقف ترین فرد تھے۔ خلیفہ ہونے

بہ پچھلے صفحے کا حاشیہ) طارف تھے۔ ان کے ان تینوں فرزندوں نے حضرت علیؑ کی رکاب میں
تے ہوئے جام شہادت نوش کیا تھا۔ معاویہ عدی بن حاتم کے جذبات بھڑکانا چاہتے تھے۔ لہذا ان
ں پر نمک پاشی کی تا کہ ان کے منہ سے حضرت علیؑ کے خلاف ایک لفظ ہی نکلوا سکیں۔

جود آپؑ دن کے وقت اپنا درہ یعنی کوڑا کاندھے پر لٹکائے' بنفس نفیس لوگوں
میان گشت فرماتے تھے۔ ان کے معاملات کا جائزہ لیتے تھے۔ جب تاجروں کے
تے تو فرماتے: اَلْفِقْهَ ثُمَّ الْمَتْجَر (۱)۔ جاؤ پہلے تجارت کے مسائل سیکھو' اسکے
ام کی تعلیم حاصل کرو' اسکے بعد آ کے تجارت کرنا۔ حرام خرید و فروخت نہ کرو' سو
ملہ نہ کرو۔

اگر کسی کو تاخیر سے اپنے کام پر جاتے دیکھتے تو فرماتے۔ اُغْدوا اِلٰی عِزِّکُم
ایک انتہائی عبادت گزار فرد ہونے کے ساتھ ساتھ آپؑ میں یہ خصوصیت بھی تھ
مرتبہ میں نے مذکورہ حدیث مرحوم آیت اللہ العظمیٰ بروجردیؒ کی زبانی سنی تھی۔ ا
یہ ایک گداگر' آقائے بروجردی کے یہاں آ کے ان کے سر ہو گیا' اور کچھ طلب کر
۔ انہوں نے اس پر نگاہ ڈالی' دیکھا تو محسوس کیا کہ یہ شخص محنت مزدوری کر سکتا ہے لی
اگری کو اس نے اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اسے نصیحت کی اور بہت سی دو
ں کے ساتھ ساتھ حضرت علیؑ کا یہ جملہ بھی فرمایا: کہا کہ امیر المومنینؑ لوگوں سے فرما
: اُغْدوا اِلٰی عِزِّکُم (۲) علی الصبح اپنی عزت و شرف کی طرف روانہ ہوا کرو۔
نے کام' محنت مزدوری اور حصول روزگار کی طرف جایا کرو۔ انسان اس وقت ع
بلند ہے جب وہ خود کماتا ہو' اپنی معاش کا بندوبست خود کرتا ہو۔ محنت مزدوری عز
شرافت ہے۔

اسے کہتے ہیں حقیقی مثالی مسلمان۔

آپؑ عبادت کے میدان میں سرفہرست عبادت گزار ہیں۔ جب قضاوت کی م
وہ افروز ہوتے ہیں تو ایک عادل قاضی ہیں' ذرہ برابر بے انصافی نہیں کرتے۔ ج

سائل الشیعہ۔ ج ۱۲۔ ص ۲۸۲۔ ح ۱۔
۲۔ وسائل الشیعہ۔ ج ۱۲۔ ص ۴۔ ح ۱۰۔

ان جنگ کا رخ کرتے ہیں تو ایک بہادر سپاہی اور شجاع سپاہ سالار ہیں' ایک او
جے کے کمانڈر ہیں' خود فرماتے ہیں: میں نے ابتدائے شباب ہی سے جنگ کی
ف کا تجربہ رکھتا ہوں۔ اور جب آپؑ خطابت کی کرسی پر تشریف فرما ہوتے ہیں تو او
جے کے خطیب ہیں۔ جب تدریس کی ذمے داری سنبھالتے ہیں تو اول درجے کے مد
رس ہیں۔

ہر ایک فضیلت میں آپؑ کا یہی حال ہے۔ یہ ہیں اسلام کا نمونۂ کامل۔

اسلام کسی صورت نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ کو قبول نہیں کرتا۔ لہٰذا ہم یہ نہ
ر سکتے کہ ہم اسلام کے اس ایک پہلو کو تو مانیں گے لیکن اس کے اس دوسرے پہل
ر کریں گے۔ دنیائے اسلام میں پیدا ہونے والے انحراف کا نقطۂ آغاز یہی ہے۔ ا
سلام کے کسی ایک پہلو کو لے لیں لیکن اسکے دوسرے پہلوؤں کو چھوڑ دیں تو اس طر
یز میں خرابی اور بگاڑ پیدا کر بیٹھیں گے۔

جس طرح گزشتہ ادوار میں ہمارے بہت سے زاہد پیشہ افراد کی روش غلط تھی' ا
ں کی روش غلط تھی جو پورے اسلام کو مثلاً مفاتیح الجنان میں منحصر سمجھتے ہیں' (دعاؤں
ب کتاب) بیاض میں محدود کر دیتے ہیں' اسی طرح ایسے لوگوں کی روش بھی غلط ہے
عبادت' نوافل اور فرائض کو یکسر چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اسلام کے صرف اجتماعی مسائل
ے میں توجہ چاہتے ہیں۔

دِ مسلمان کی بعض نمایاں صفات

سورۂ مبارکہ ''انا فتحنا'' میں ارشادِ الٰہی ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَ الَّذِ
ہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ا
ساتھ ہیں وہ کفار کے لیے سخت ترین اور آپس میں انتہائی مہربان ہیں۔ سورۂ فتح ۴۸

ت ۲۹)

اس آیت میں ایک اسلامی معاشرے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ سب سے پہلے ج
لے کا ذکر کیا گیا ہے وہ پیغمبر کی معیت اور ان پر ایمان ہے' اسکے بعد اشداء عل
کفار یعنی بے گانوں کے مقابلے میں سخت ترین' قوی اور طاقتور ہونے کا ذکر ہے۔

پس وہ خشک مقدس نما لوگ جو مسجد میں ڈیرہ جمائے رہتے ہیں' ہزاروں کی تع
ہونے کے باجود صرف ایک سپاہی کی للکار پر دم سادھ لیتے ہیں اور چوں بھی نہ
تے' وہ مسلمان نہیں۔

قرآن کریم نے مسلمان کی ایک خصوصیت' بلکہ اولین خصوصیت یہ بیان کی ہے
ثمن کے بالمقابل سخت' پائیدار اور ثابت قدم ہوتا ہے۔ اسلام سست اور کمزور مسلما
پسند نہیں کرتا: وَلاَ تَهِنُوْا وَلا تَحزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِن
ردار سستی نہ کرنا مصائب پر محزون نہ ہونا' اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو سر بلندی تمہار
لئے ہے۔ سورۂ آل عمران ۳ - آیت ۱۳۹)۔

اسلام میں سستی اور کمزوری کی کوئی گنجائش نہیں۔ ویل ڈیورنٹ کتاب ''تار
ن'' میں کہتا ہے: اسلام کی مانند' کسی اور دین نے اپنے ماننے والوں کو قوت و طاق
صول کی دعوت نہیں دی۔

گردن ڈالے رکھنا' گوشۂ لب سے رال ٹپکنا' گریبان (collar) کا ایک طرف
کا ہونا' اسکا گندہ ہونا' خود کو غریب و لاچار ظاہر کرنا' زمین پر پیر گھسیٹ کر چلنا' عبا
ال لینا' یہ سب چیزیں اسلامی تعلیمات کے برعکس ہیں۔ یوں ہی بلا وجہ آہیں بھ
م کے خلاف ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّث (اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کو مسلسل بیان کر
۔ سورۂ ضحیٰ ۹۳ - آیت ۱۱)

خدا نے آپ کو صحت دی ہے، جسمانی سلامتی دی ہے، قوت عطا کی ہے، طاقت
نائی سے نوازا ہے۔ آپ اپنی کمر سیدھی رکھ سکتے ہیں تو کیوں بلا وجہ اسے جھکاتے ہیں
پ اپنی گردن سیدھی رکھ سکتے ہیں، کیوں بغیر کسی وجہ کے اسے ایک جانب لٹکائے ر
ں؟ کیوں بے وجہ آہ و نالہ بلند کرتے ہیں؟ آہ و نالہ تو انسان تکلیف کی حالت میں بلند
۔ خدا نے آپ کو کسی درد اور تکلیف میں مبتلا نہیں کیا ہے، تو پھر کیوں آپ آہیں بھر
ں؟ یہ تو نعماتِ الٰہی کا کفران ہے۔ کیا علیؑ بھی اسی طرح راستہ چلتے تھے جیسے ہم اور آ
تے ہیں؟ کیا علیؑ اسی طرح عبا سر پر ڈالتے تھے اور اسی طرح ٹیڑھے ٹیڑھے چلتے ہو
ستہ طے کرتے تھے؟ (۱)۔ ان چیزوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

اشداء علی الکفار یعنی بے گانوں کے مقابل سخت ترین، پکے اور مضبوط، ج
سکندری۔

(ایک مردِ مسلم کو) حلقۂ یاراں میں، مسلمانوں کے ساتھ، کس طرح ہونا چاہئے
ماء بینھم یعنی آپس میں مہربان، گہرے دوست (ایک دوسرے کے ساتھ ریشم
ح نرم ہونا چاہئے)۔

(اسکے برخلاف) جب ہم اپنے بعض مقدس نما لوگوں سے ملتے ہیں، ان کے یہا
تے ہیں تو جو چیز ہمیں ان میں نظر نہیں آتی وہ یہی اخلاص اور مہربانی ہے۔ ہمیشہ ان
یوں پر بل پڑے رہتے ہیں، بداخلاق اور ترش رو ہیں۔ کسی کے ساتھ گرم جوشی
نہیں آتے، کسی سے ہنس کے نہیں ملتے، دنیا کے ہر انسان پر احسان رکھتے ہیں۔ ا
ے مسلمان نہیں، یہ لوگ خود کو اسلام سے وابستہ ظاہر کرتے ہیں۔

یہ تھی (ایک مسلمان میں پائی جانے والی) دوسری خصوصیت۔

ہید مطہری نے ان سطور میں اپنے دور کے بعض علما نما افراد کی تصویر کشی کی ہے (مترجم)

کیا یہی کافی ہے؟

کیا مسلمان ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ انسان کفار کے ساتھ سختی سے پیش آ

ہل اسلام سے مہربانی اور پیار و محبت کا برتاؤ کرے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ جی نہیں: تَرٰهُمْ رُكَّعً

جَّداً يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللهِ وَ رِضْوَاناً (تم انہیں دیکھو گے کہ بارگاہِ احدیت می

ھکائے ہوئے سجدہ ریز ہیں اور اپنے پروردگار سے فضل و کرم اور اسکی خوشنودی ک

ار ہیں ۔ سورۂ فتح ۴۸ - آیت ۲۹)

وہ شخص جو بے گانوں کیلئے سخت دل اور اپنوں کے لئے مشفق و مہربان ہے' اسی فرد

محراب عبادت میں دیکھو گے تو رکوع و سجود' دعا و عبادت اور مناجات میں مشغول پ

۔ رکعاً و سجداً اسکی عبادت ہے ۔ یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا اسکی د

۔

البتہ ہم دعا اور عبادت کے درمیان حد بندی کے قائل نہیں ہیں ۔ دعا عبادت ـ

عبادت بھی دعا ہے ۔ لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک عمل فقط اور فقط خالص دعا ہو

۔ یعنی ایک ایسی عبادت ہوتی ہے جو صرف دعا پر مشتمل ہے ۔ لیکن کچھ عبادات ایسی ہی

میں دعا اور دعا کے علاوہ دوسری چیزیں بھی پائی جاتی ہیں' جیسے نماز ۔ اسی طرح ا

ات ہیں جو بنیادی طور پر دعا نہیں' جیسے روزہ ۔

سِيْمَا هُمْ فِيْ وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (سجدوں کی کثرت کی وجہ سے ا

چہروں پر نشان پائے جاتے ہیں) ۔ یہ لوگ اتنے زیادہ عبادت گزار ہیں کہ عباد

آثار' تقویٰ کے آثار' خدا پرستی کے آثار ان کے چہروں سے عیاں ہیں ۔ ان کو دیکھ

ہر شخص ان کے وجود میں خدا کی معرفت اور خدا کی یاد کا نظارہ کرتا ہے' اور انہیں دیکھ

دا میں ڈوب جاتا ہے ۔

شاید رسول کریمؐ ہی سے منقول ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریو

ان سے سوال کیا: یا روحَ اللہ ! مَنْ نُجَالِسُ ؟ (اے روح اللہ! ہم کس قسم
ں کے ساتھ میل جول رکھیں؟)۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: مَنْ يُذَكِّرُكُمُ اللهَ رُؤْ
زِيدُ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَيُرَغِّبُكُمْ فِي الْخَيْرِ عَمَلُهُ (۱) (ایسے شخص
ھ میل جول رکھو جسے دیکھ کر خدا کی یاد میں ڈوب جاؤ)' اسکی شکل وصورت پر ا
ے مہرے پر خدا ترسی کو دیکھو۔ علاوہ ازایں یزید فی علمکم منطقه (جب
ں کرے تو اسکی باتوں سے استفادہ کرو' اسکی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے
غبکم فی الخیر عمله (اسکا کردار دیکھ کر' تمہارے اندر بھی نیک کاموں کا ش
ہو)۔

آگے چل کر آیت کہتی ہے: ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَ مَثَلُهُمْ فِ
جِيلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهُ فَاٰزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُو
جِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (یہی ان کی مثال توریت میں ہے اور یہی ان
ت انجیل میں ہے۔ جیسے کوئی کھیتی ہو جو پہلے سوئی نکالے' پھر اسے مضبوط بنائے' پھ
ی ہو جائے اور پھر اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے کہ کاشتکاروں کو خوش کرنے لگے تا
کے ذریعے کفار کو جلایا جائے۔ سورۂ فتح ۴۸ - آیت ۲۹)

توریت وانجیل میں ان کی یہی صفت بیان کی گئی ہے' ایک ایسی ملت کے وجود
نے کی بات کی گئی ہے۔ ان کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے' اس انداز میں توصیف کی
۔ ان کی مثال ایک زراعت کی مثال ہے' گندم کے ایک دانے کی مانند ہیں جسے ز
بویا جاتا ہے اور کیونکہ یہ دانہ زندہ ہوتا ہے اس لئے ایک باریک پتی کی صورت میں
مین سے باہر نکلتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ وہ یک سخت پتے کی صورت اختیار کر

ول کافی - ج ۴ - کتاب فضل العالم' باب مجالس العلماء وصحبتهم۔

اس میں مضبوطی اور استحکام آ جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک موٹی ڈالی بن جاتا ہے
بعد خود اپنے قدموں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ابتدا میں وہ زمین پر پڑا ہوا ایک
لی سا پتا تھا' جسے ثبات و استحکام حاصل نہ تھا۔ بعد میں یہ ایسا پھلتا پھولتا ہے کہ انسا
ں کے تمام ماہرین کو حیرت زدہ کر دیتا ہے اور وہ فکر میں ڈوب جاتے ہیں کہ یہ کیسی پخ
تا ندار قوم وجود میں آئی ہے۔ البتہ حیرت و استعجاب کا باعث ایسی ہی قوم ہوسکتی ہے
داء علی الکفار بھی ہو' رحماء بینھم بھی ہو اور رکعاً سجداً اور یبتغو
لا من اللہ و رضوانا بھی ہو۔ اس میں یہ تمام صفات پائی جاتی ہوں۔

اب بتائیے ہم مسلمان اس قدر زوال و انحطاط کا شکار کیوں ہیں؟ اس قدر بد بخت
لیل و خوار کیوں ہیں؟ بتائیے ان مذکورہ خصوصیات میں سے کونسی خصوصیت ہمار۔
موجود ہے؟ اور ہم کیا توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں؟

نویات کو خفیف نہ سمجھئے

ہمیں صد در صد اعتراف ہے کہ اسلام ایک اجتماعی دین ہے' اسکے احکام و فرائیں
اجتماعی ہونے کے عکاس ہیں۔ لیکن یہ حقیقت اس بات کا سبب نہیں ہوسکتی کہ
ت' دعا اور خدا سے ارتباط کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں' انہیں معمولی سمجھنے لگیں' نم
بے اہمیت سمجھیں۔

نماز کو خفیف اور معمولی سمجھنا بھی ایک گناہ ہے۔ نماز نہ پڑھنا ایک بڑا گناہ ہے لیک
پڑھنا مگر اسے خفیف سمجھنا' اسے بے اہمیت قرار دینا بھی ایک گناہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد (آپؑ کے ایک صحابی) ابو بص
ت کی غرض سے ام حمیدہ کے یہاں حاضر ہوئے۔ ام حمیدہ رونے لگیں۔ ابو بصیر' جو
تھے وہ بھی رونے لگے۔ اسکے بعد ام حمیدہ نے ابو بصیر سے کہا: اے ابو بصیر! تم نہ تھے'

اپنے امامؑ کے آخر لمحات کو نہ دیکھا' اس وقت ایک عجیب قصہ ہوا۔ امامؑ قریب قریب
شی میں تھے' اسی اثنا میں آپؑ نے اپنی آنکھوں کو کھولا اور فرمایا: میرے تمام نزد
ہ داروں کو بلاؤ' سب کو میرے سرہانے جمع کرو۔ ہم نے امامؑ کے حکم کی تعمیل کر
ے سب لوگوں کو اکھٹا کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو امامؑ نے اسی عالم غشی میں'
اپنی حیاتِ مبارک کے آخری لمحات طے کر رہے تھے' اپنی آنکھوں کو کھولا' اردگرد
نے والوں کی طرف رخ کیا اور صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا: اِنَّ شَفا عَتَنا لاٰ تَ
ـخِفًّا بِالصَّلوٰةِ (ہماری شفاعت کسی بھی صورت میں ان لوگوں کو نہ ملے گی جو نم
لی سمجھتے ہیں۔ وسائل الشیعہ۔ ج ۳۔ ص ۱۷۔ ح ۱۱)۔ امامؑ نے صرف اتنا کہا اور ج
آفرین کے سپرد کر دی۔

امامؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہماری شفاعت ان لوگوں کو نہ ملے گی جو نماز نہیں پڑھ
گوں کا معاملہ تو بالکل واضح (clear) ہے۔ بلکہ فرمایا کہ ایسے لوگ جو نماز کو سبک
لی سمجھتے ہیں' وہ ہماری شفاعت نہ پا سکیں گے۔

کون لوگ ہیں جو نماز کو سبک اور معمولی سمجھتے ہیں؟

نماز کو معمولی چیز اور بے اہمیت سمجھنے والے لوگ وہ ہیں جنہیں وقت اور فرصت
ہے' وہ اطمینان کے ساتھ ایک اچھے طریقے سے نماز پڑھ سکتے ہیں' لیکن ایسا ن
تے۔ ظہر عصر کی نماز اس وقت پڑھتے ہیں جب سورج غروب ہونے کو ہوتا ہے۔ ج
نے ہیں کہ سورج ڈوبنے کو ہے تو بھاگم بھاگ وضو کرتے ہیں' جھٹ پٹ نماز پڑ
ور تیزی کے ساتھ سجدہ گاہ ایک طرف رکھ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسی نماز پڑ
س کا نہ مقدمہ ہوتا ہے نہ موخرہ' نہ جس میں اطمیان ہوتا ہے نہ حضورِ قلب۔ ایسا ح
اختیار کرتے ہیں' جیسے نماز بھی دوسرے معمولی کاموں کی طرح کا ایک کام ہے۔
یہ ہے نماز کو خفیف سمجھنا۔ ایسی نماز' اس نماز سے بہت زیادہ مختلف ہے جس

ـ انسان ذوق وشوق کے ساتھ جاتا ہے۔ جوں ہی ظہر کا اول وقت آتا ہے وہ مکم
نان کے ساتھ جا کر وضو کرتا ہے' ایسا وضو جس میں تمام آداب کو ملحوظ رکھا گیا ہوتا ہے
ے بعد جانماز پر آ کر اذان و اقامت کہتا ہے اور سکون اور دل جمعی کے ساتھ نماز پڑ
ـ سلام کہہ کر فوراً ہی کھڑا نہیں ہو جاتا ـ بلکہ اطمینانِ قلب کے ساتھ کچھ دیر تعقیباتِ نم
تا ہے' ذکرِ خدا کرتا ہے۔۔۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ (اس گھر میں) اس کی
نماز کو احترام حاصل ہے۔

ایسے نمازی جو نماز کو خفیف قرار دیتے ہیں' یعنی حقیر اور معمولی سمجھتے ہیں' وہ فجر کی نم
طلوعِ آفتاب کے وقت پڑھتے ہیں اور ظہر و عصر کی نماز غروبِ آفتاب کے وقت
تے ہیں' مغرب اور عشاء کی نماز انہیں رات کے چار گھنٹے گزر جانے کے بعد یاد آ
ـ یہ لوگ برق رفتاری اور تیزی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ ایسے لوگو
بچے سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں۔

آپ اگر حقیقی نماز گزار بننا چاہتے ہیں' اور یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے بھی نم
پابند بنیں تو آپ کو نماز کا احترام کرنا چاہئے۔ ہم آپ سے صرف یہ تقاضا نہیں کر ر
ماز پڑھئے' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ چاہتے ہیں کہ نماز کا احترام کیجئے۔ اس مقصد کے
تو خود اپنے لئے گھر میں نماز پڑھنے کی ایک مخصوص جگہ بنائیے (یہ مستحب
) ۔ یعنی گھر میں ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیجئے جو آپ کی عبادت گاہ ہو' مصلا نما ایک
ـ لئے بنائیے۔

جیسے پیغمبرؐ نے نماز کے لئے ایک جگہ معین کی ہوئی تھی اگر ممکن ہو تو آپ بھی ای
ے کو نماز پڑھنے کی جگہ کے طور پر مقرر کر لیجئے۔ اگر گھر میں کمرے زیادہ نہ ہوں تو
ـ کمرے میں نماز کے لئے ایک خاص جگہ معین کر لیجئے۔ ایک پاک صاف جانماز و ہا
ئے' نماز کے لئے کھڑے ہونے سے قبل اسے بچھائیے۔ آپ کے پاس ایک مسواک

ذکر پڑھنے کے لئے تسبیح بھی ہو۔

جب وضو کر رہے ہوں تو اسے بھی جلدی جلدی اور عجلت میں نہ کیجئے۔ ہم دعو
رتے ہیں کہ ہم علیؑ کے شیعہ ہیں۔ برادرِ عزیز! نام رکھ لینے سے علیؑ کا شیعہ نہیں ہوا جا سکت
ں شخص نے حضرت علیؑ کے وضو کو بیان کیا ہے وہ کہتا ہے: علی ابن ابی طالبؑ جب و
ے لئے تشریف لاتے اور ہاتھوں کو پانی میں ڈالتے (وضو کا پہلا مستحب عمل یہ ہے کہ انسا
پنے دونوں ہاتھوں کو دھوئے) تو فرماتے: بِسْمِ اللهِ وَ بِاللهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِ
وَّابِینَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَهِّرِینَ (اللہ کے نام اور اللہ ہی کے سہارے سے
ایا! مجھے توبہ کرنے والوں میں قرار دے، مجھے پاکیزہ رہنے والوں میں قرار دے)

دو دن پہلے ہم نے توبہ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ توبہ کے مع
دکو پاکیزہ کرنا ہیں۔ پانی رمز طہارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب علیؑ پانی کا رخ کر
ں تو، توبہ کو یاد کر کے، اپنے ہاتھوں کو صاف کرتے ہوئے، اپنی روح کی طہارت کی جان
جہ ہو کے، ہم سے کہتے ہیں کہ جب اس پانی، جب اس طہور، جب اس مادے کا سامنا ک
ے خدا نے پاکیزگی کا ذریعہ قرار دیا ہے، جب اس مادے کی طرف جاؤ اور تمہاری نگاہ اس
ڑے اور اپنے ہاتھوں کو اس سے دھوؤ اور پاک کرو تو یہ بات ذہن میں رکھو کہ ایک او
یزگی بھی ہے، ایک اور پانی بھی ہے، وہ پاکیزگی روح کی پاکیزگی ہے اور وہ پانی، توبہ
ی ہے۔

کہتے ہیں کہ ہاتھوں کو دھونے کے بعد علیؑ، اپنے چہرے پر پانی ڈالتے اور فرماتے
هُمَّ بَیِّضْ وَجْهِی یَوْمَ تَسْوَدُّ فیه الْوُجُوهُ وَلا تُسَوِّدْ وَجْهِی یَوْمَ تَبْیَضُّ فی
جُوهُ۔

آپؑ اپنے چہرے کو دھوتے ہیں اور حسب ظاہر صاف کرتے ہیں۔ خوب! جب
نے چہرے کو پانی سے دھوتے ہیں تو وہ سفید براق ہو جاتا ہے۔ لیکن علیؑ اسی پر اکتفا نہیں

تے' اسلام بھی اسی پر اکتفا کا قائل نہیں۔ یہ عمل درست ہے اور اس پر عمل بھی
ہے لیکن ایک اور پاکیزگی کے ساتھ اور ایک اور نورانیت کے ہمراہ' چہرے پر ایک
ری ہونی چاہئے۔ فرماتے ہیں: خدایا میرے چہرے کو اس دن روشن کر دینا جس
ے سیاہ ہو جائیں (روزِ قیامت) اور اس دن چہرے کو سیاہ نہ کرنا جس دن چہر
ن ہو جائیں۔

اس کے بعد دائیں ہاتھ پر پانی ڈال کے فرماتے ہیں: **اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِی کِتَاب**
یمِینی وَ اَلْخُلْدَ فِي الْجَنَانِ بِیَسَارِی وَ حَاسِبْنِی حِسَاباً یسراً (خد
ت میں میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دینا (کیونکہ کامیاب اور نجات یا
ں کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا) اور جنت مجھے آسانی سے عنا
دینا' اور حساب میں بھی آسانی فرمانا)۔ اس طرح آپؑ آخرت کے حساب کو
تے ہیں۔

اس کے بعد بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: **اَللّٰهُمَّ لاَ تُعْطِن**
ابی بِشِمَالِي وَلاَ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِی وَلاَ تَجْعَلْهَا مَغْلُولَةً اِلیٰ عُنُ
وذُبِکَ مِنْ مُقَطَّعَاتِ النِیرانِ (خدایا! میرے نامۂ اعمال کو بائیں ہاتھ میں
ت کی طرف سے نہ دینا۔ (کچھ لوگوں کا نامۂ اعمال انہیں پیچھے سے پکڑایا جائے گا او
ایک رمز ہے) اور نہ میرے ہاتھوں کو میری گردن سے باندھ دینا۔ میں جہنم کی آگ
قطعات سے تیری پناہ چاہتا ہوں)

کہتے ہیں: اسکے بعد آپؑ نے سر کا مسح کرتے ہوئے فرمایا: **اَللّٰهُمَّ غَشِّن**
رحمتِکَ وَ بَرَکَاتِکَ (خدایا! مجھے اپنی رحمت اور برکتوں میں ڈبو دے)

پھر آپؑ نے پیر کا مسح کرتے ہوئے فرمایا: **اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمی عَلیٰ الصِّرا**
م تَزِلُّ فِیهِ الاَقْدَامُ (خدایا! میرے ان قدموں کو صراط پر اس دن ثابت رکھنا ج

سارے قدم پھسل رہے ہوں گے)وَاجْعَلْ سَعْيِي فِيمَا يَرضِكَ عَنّي (میر
اور کدو کاوش کو ان کاموں میں قرار دینا جو تجھے راضی کرسکیں)

ایسا وضو جو اس قدر عشق واشتیاق اور توجہ واہتمام کے ساتھ کیا جائے گا' وہ (بارگ
میں)ایک علیحدہ ہی انداز سے قبول کیا جائے گا' اور وہ وضو جو ہم اور آپ کرتے ہ
قبولیت کسی اور طرح کی ہوگی۔

پس نماز کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے' سبک نہیں شمار کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ انسا
انِ نماز صرف اسکے واجبات کی ادائیگی پر اکتفا کی کوشش کرے۔ (اور جب کوئی اس
جانب متوجہ کرے تو کہے کہ) آؤ' دیکھیں' مرجع تقلید کا فتویٰ کیا ہے' کیا وہ کہتے ہیں
سری اور تیسری رکعت میں) تین مرتبہ سبحان الله' والحمد الله' ولا اله ا
والله اکبر کہنا چاہئے' یا اسے ایک ہی مرتبہ کہنا کافی قرار دیتے ہیں؟

جی ہاں (درست ہے کہ)' مجتہد فتویٰ دیتے ہیں کہ اسے ایک ہی مرتبہ کہنا کا
۔ البتہ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اسے تین مرتبہ کہا جائے
ہمیں یہ نہیں کہنا چاہئے کہ جب مجتہد نے ایک مرتبہ کہنا کافی قرار دیا ہے تو ہم بھی صرف
ہی مرتبہ کہیں گے۔ یہ دراصل نماز سے جی چرانا ہے۔ ہمیں ایسا ہونا چاہئے کہ اگر مجتہ
مرتبہ کہنا واجب قرار دے اور مزید دو مرتبہ کہنا مستحب سمجھے' تو ہم بہتر سمجھتے ہوئے اس
ب کو بھی انجام دیں ہے۔

روزے کو بھی معمولی اور خفیف نہیں بنا دینا چاہئے۔ بعض لوگوں کا روزہ رکھنے
خاص انداز ہے (یہ میں ازراہِ مذاق کہہ رہا ہوں) کہ نعوذ باللہ اگر میں خدا کی جگہ ہو
صورت ان کا یہ روزہ قبول نہ کروں۔

میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو ماہِ رمضان میں رات بھر نہیں سوتے۔ البتہ ان کی
بیداری عبادت کی غرض سے نہیں ہوتی بلکہ اس لئے جاگتے ہیں کہ ان کی نیند پوری

سکے۔ صبح تک چائے پینے اور سگریٹ نوشی میں وقت گزارتے ہیں۔ صبح طلوع ہو۔
بعد اول وقت نمازِ فجر پڑھ کے سو جاتے ہیں اور (سارے دن سو کر) اُس وقت بید
تے ہیں جب ظہر اور عصر کی نماز کی ادائیگی کا انتہائی قلیل وقت باقی رہ جاتا ہے۔ اور
رفتاری سے یہ نمازیں پڑھنے کے بعد افطار کے سامنے آ بیٹھتے ہیں۔

آخر یہ کس قسم کا روزہ ہے؟

انسان رات بھر صرف اس لئے نہ سوئے کہ دن میں روزہ رکھ کر سوتا رہے' تا
ے کی سختی اور مشقت محسوس نہ کرے۔

کیا یہ روزے کو معمولی سمجھنا نہیں؟

میرے خیال میں تو یہ روزے کو گالی دینے کے مترادف ہے' یعنی یہ تو زبانِ حا
یہ کہنا ہے کہ اے روزے! میں تجھ سے اس قدر نفرت کرتا ہوں کہ تیرا چہرہ نہیں د
!!

ہم حج کرتے ہیں لیکن حقارت کے ساتھ' روزہ رکھتے ہیں لیکن معمولی بنا کے' نم
تے ہیں لیکن سبک کر کے' اذان کہتے ہیں لیکن بے حیثیت انداز میں۔

دیکھئے' ہم اذان کو کیسے بے حیثیت کرتے ہیں؟

موذن کا ''صیّت'' یعنی خوش آواز ہونا مستحب ہے۔ اسی طرح جیسے قرآنِ مجید
ت کے لئے تجوید یعنی حروفِ قرآن کی خوبصورتی کے ساتھ ادائیگی' خوبصورت آو
رآن پڑھنا سنت ہے' جو روح پر بھی بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی طرح اذا
ھی مستحب یہ ہے کہ موذن ''صیّت'' یعنی خوش آواز ہو' اس انداز سے اذان کہے
الوں پر وجد طاری کر دے' ان میں خدا کی یاد تازہ کر دے۔

بہت سے افراد خوش آواز ہیں اور اچھے انداز میں اذان کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اگر ا
کہا جائے کہ جناب آگے بڑھئے' آج آپ اذان کہہ دیجئے تو وہ تیار نہیں

تے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اسے اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ دل ہی دل میں کہ
کہ کیا میں اس قدر حقیر شخص ہوں کہ موذن بنوں؟

جناب! موذن ہونے پر تو آپ کو فخر کرنا چاہئے' علی ابن ابی طالبؑ موذن تھے
دور میں آپؑ خلیفہ تھے' اس دور میں بھی اذان کہا کرتے تھے۔ موذن ہونے کو ا
ن سمجھنا' یا موذن ہونے کو کسی خاص طبقے سے وابستہ قرار دینا اور یہ کہنا کہ میں
راف و عمائدین میں سے ہوں' رجال و شخصیات میں میرا شمار ہوتا ہے' میں اذا
ں؟ ۔۔۔۔ یہ سب باتیں اذان کی تحقیر کرنا اور اسے حقیر سمجھنا ہیں۔

پس ہمیں کسی بھی صورت میں عبادات کی تحقیر نہیں کرنی چاہئے۔ ہمیں ایک کامل ا
ع مسلمان ہونا چاہئے۔ اسلام کی حیثیت اور قدر و قیمت اسکی جامعیت میں ہے۔
ا کردار یہ ہو کہ صرف عبادات سے چپکے رہیں' اسکے سوا تمام چیزوں کو ترک کر دیں ا
ی ہمیں دورِ حاضر میں پیدا ہونے والے ان لوگوں کی مانند ہونا چاہئے جنہیں اسلام
ف ا۔ نی تعلیمات ہی نظر آتی ہیں اور عبادات کی تحقیر کرنے لگیں۔

انشاء اللہ آئندہ شب جب ہم اسی بحث کے تسلسل میں عرائض پیش کریں گے
رے تمام اسلامی فرائض کی نظر سے عبادت کی اہمیت پر گفتگو کریں گے۔ اور وا
یں گے کہ خود عبادت خدا کے تقرب کا ایک رکن اور مرکب (سواری) ہونے کے علا
علاوہ اس کے کہ ''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ'' (۱) نماز کا مقصد یادِ خدا اور تقربِ ا
ا اور خدا کا تقرب اور اس سے نزدیکی خود اتنا بڑا مقصد ہے کہ اسے اپنے سے بڑھ کر
مقصد کی ضرورت نہیں (خود یہی اعلیٰ ترین مقصد ہے)۔ ان سب باتوں سے قطع نظر ا
عبادت کی تحقیر کریں تو دوسرے تمام فرائض کی ادائیگی سے بھی رہ جائیں گے۔ عباد

ور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ سورۂ طٰہٰ ۲۰ - آیت ۱۴۔

م دوسرے اسلامی احکام وفرامین کی قوۂ مجریہ اوران کے اجرا کی ضامن ہے۔

یہیں پر ہم اپنے عرائض ختم کرتے ہیں۔

خدایا! تجھے تیری درگاہ کے عبادت گزار بندوں کے حق کا واسطہ ان صاحبانِ قر

صدقے، اپنے پاکیزہ اور مخلص مناجات کرنے والوں کے صدقے، ہم سب کو

ت گزاروں میں قرار دے۔

بارِالٰہا! ہمیں دین اسلام کی جامعیت سے آشنا فرما اور ہمیں ایک جامع مسلم

ے۔

پروردگار! ہم سب کو خلوصِ نیت کی توفیق کرامت فرما۔

الٰہی! ان محترم شبوں میں ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہمارے مرحومین کی مغر

۔

"رَحِمَ اللّٰهُ قَرَأَ الْفاتِحَةَ مَعَ الصَّلَوَاتْ"

۞ ۞ ۞

عبادت و نماز

⟨۲⟩

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ط وَلَذِکْرُ اللہِ اَکْبَرُ''

''بے شک نماز ہر برائی اور بدکاری سے روکنے والی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی شے ہے۔'' (سورۂ عنکبوت ۲۹-آیت ۴۵)

...ادت اور تربیت

اسلام میں عبادات اصل اور بنیاد کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اسکی تربیتی اسکیم ...
...بھی ہیں۔ اس بات کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ: عبادات کے اصل اور بنیاد ...
...ل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے ہر پہلو سے قطع نظر، انسانی زندگی کے مسائل سے ...
...خود عبادت مقاصدِ خلقت میں سے ہے۔

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔''

''اور میں نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔'' (سورۂ ذاریات ۵۱-آیت ۵۶)

عبادت انسان کے حقیقی کمال اور تقربِ الٰہی کا ایک وسیلہ ہے۔

ایسی چیز جو خود انسان کے کمال کا مظہر، اور خود ہدف اور غایت ہے اسکے ...

وری نہیں کہ وہ کسی دوسری چیز کا مقدمہ اور وسیلہ ہو۔ لیکن اسکے باوجود، عبادات اس
الت کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ دوسری چیز کا مقدمہ بھی ہیں۔ یعنی جیسا کہ ہم نے
ں کیا (عبادات) اسلام کی تربیتی اسکیم کا حصہ ہیں۔ یعنی اسلام، جو اخلاقی اور اجتماع
سے افراد کی تربیت کرنا چاہتا ہے، وہ اس مقصد کے لئے جو وسائل اختیار کرتا ہے ان
سے ایک وسیلہ عبادت ہے اور اتفاق سے یہ وسیلہ انسان کے اخلاق اور روح پر
رے وسیلے سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ ایسا کس طرح ہے؟ ہم آئندہ سطور میں اس
وضاحت کریں گے۔

اخلاقی مسائل کا محور ''ایثار و فداکاری'' اور اپنے فائدے اور مفاد کو پس پشت رکھ
۔ جس طرح ''حمیہ'' یعنی پرخوری سے اجتناب، جسمانی سلامتی کا ایک اصول ہے،
سمانی صحت سے متعلق) تمام خوبیوں کی اساس اور بنیاد ہے، اسی طرح اخلاق میں بھی
ک چیز ہے، جو تمام اخلاقی مسائل کی اصلِ اساس ہے، اور وہ ہے اپنی ذات سے گزر جا
ذات کو بھلا دینا'' ''انانیت'' کی اسیری سے آزاد ہو جانا اور ''میں'' کو ترک کر دینا۔

اجتماعی مسائل میں عدالت کا اصول تمام اصولوں کی ماں ہے۔ عدالت، یعنی
رے افراد کے حق کو ملحوظ رکھنا، ان کے حقوق کی رعایت کرنا۔

وہ مشکل جس سے انسانیت اخلاقی مسائل میں بھی دوچار ہے اور اجتماعی مسائل
بھی اس کا سامنا کر رہی ہے، وہ ان اصولوں کو روبہ عمل لانے کا مسئلہ ہے۔ یعنی کوئی بھی
ں ایسا نہیں جو اخلاق سے ناواقف ہو، یا اس بات کا علم نہ رکھتا ہو کہ عدالت کس درجہ
وری ہے۔ لیکن مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب ان اصولوں پر عمل کا مرحلہ آتا ہے۔

جس وقت انسان کسی اخلاقی اصول کی پابندی کرنا چاہتا ہے تو اسے نظر آتا ہے کہ
ا مفاد اور منفعت ایک طرف ہے اور اس اخلاقی اصول کی پابندی دوسری طرف۔
تا ہے کہ راست گوئی ایک طرف ہے اور منفعت اور فائدہ دوسری طرف۔ یا تو وہ جھوٹ

لے' خیانت کرے اور نفع حاصل کر لے' یا پھر سچ بولے' امانت داری کا ثبوت دے
نے منافع کو پس پشت ڈال دے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ عدل واخلا
رنے والا انسان بھی عمل کے موقع پر اخلاق اور عدالت کی مخالف راہ اختیار کرتا ہے

ان کی تاثیر

جو چیز اخلاق اور عدالت کی پشت پناہ اور ضمانت ہے' اور جو اگر انسان میں پید
ئے تو انسان با آسانی اخلاق اور عدالت کے راستے پر قدم بڑھا سکتا ہے اور اپنے
فاد سے دستبردار ہو سکتا ہے' وہ صرف ''ایمان'' ہے۔

البتہ کونسا ایمان؟ جی ہاں' خود عدالت پر ایمان' خود اخلاق پر ایمان۔

انسان میں عدالت پر ایک مقدس امر کے طور پر' اخلاق پر ایک مقدس امر کے طو
ان کب پیدا ہوتا ہے؟

(یہ ایمان) اس وقت (پیدا ہوتا ہے) جب وہ تقدس کی اصل واساس یعنی ''خ
ان رکھتا ہو۔ لہٰذا انسان عملاً اتنا ہی عدالت کا پابند ہوتا ہے جتنا خدا کا معتقد ہوتا
اتنا ہی اخلاق کا پابند ہوتا ہے جتنا خدا پر ایمان رکھتا ہے۔

ہمارے دور کی مشکل یہی ہے کہ (لوگ) سمجھتے ہیں کہ ''علم'' کافی ہے۔
اق اور عادل ہونے کیلئے ہمارا عدالت اور اخلاق سے واقف ہونا اور ان کا علم رکھنا
ہے۔ لیکن تجربے نے بتایا ہے کہ اگر علم سے ایمان کا رشتہ ٹوٹا ہوا ہو' تو یہ عدالت
ق کے لئے نہ صرف مفید نہیں' بلکہ مضر بھی ہے۔ اور ''سنائی'' کے اس قول کے مصدا
تا ہے کہ: چودزد با چراغ آید گزیدہ تر برد کالا (جب چور چراغ کے ہمراہ آتا ہے
طرح چن چن کے مال لے جاتا ہے)

لیکن اگر ایمان پیدا ہو جائے' تو اخلاق اور عدالت میں استحکام آ جاتا ہے۔ نہ

ان کے بغیر اخلاق اور عدالت ایسے ہی ہے جیسے بغیر ضمانت کے کرنسی نوٹوں کا جاری کر
نا۔ جب مذہبی ایمان آ جاتا ہے تو اخلاق اور عدالت بھی آ جاتے ہیں۔
یہیں پہنچ کر ہمیں نظر آتا ہے کہ اسلام نے خدا کی پرستش اور عبادت کو اخلاق او
الت سے جدا ایک علیحدہ مسئلہ قرار نہیں دیا ہے۔ یعنی جس عبادت کا اسلام حکم دیتا ہے
کی چاشنی اخلاق اور عدالت کو قرار دیتا ہے۔ یا یہ کہیں کہ جس عدالت اور اخلاق
تجویز کرتا ہے اسکی چاشنی عبادت کو قرار دیتا ہے کیونکہ اسکے بغیر یہ ممکن نہیں۔
ایک مثال عرض کرتا ہوں: آپ کو کہاں اور دنیا میں پائے جانے والے مکاتیب
یان میں سے کس مکتب اور دین میں یہ بات نظر آتی ہے کہ ایک مجرم خود اپنے قدموں
ے چل کر آئے اور اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کرے؟ مجرم تو ہمیشہ سزا سے بچنے کی
شش کرتا ہے۔ وہ واحد قدرت جو مجرم کو خود اپنے قدموں پر چلا کے اور اپنے ارادے
ر اختیار سے سزا کی طرف لاتی ہے وہ ''ایمان'' کی طاقت ہے اسکے سوا کوئی اور چیز
ا نہیں کرسکتی۔
جب ہم اسلام کے ابتدائی دور پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایسی بکثرت مثالیں نظر آتی
ں۔ البتہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی دور میں تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ
ں ابتدائی دور کے سوا کسی اور دور میں ایسی مثالیں نہیں ملتیں۔ نہیں صدرِ اسلام کے علاوہ
سرے ادوار میں بھی لوگوں میں پائے جانے والے ایمان کے تناسب سے ایسی مثالیں
جود ہیں۔
اسلام نے مجرم کے لئے سزاؤں کا تعین کیا ہے۔ مثلاً شراب نوشی کے مرتکب فر
ا کار اور چور کے لئے سزائیں معین کی ہیں۔ دوسری طرف اسلام میں ایک اصول ہے
ر وہ یہ ہے کہ اَلْحُدُوْدُ تَدْرَأُ بِالشُّبُهَاتِ یعنی حدود معمولی شبہے پر دفع ہو جاتے ہیں
سلام قاضی اور حاکم کو اس بات کا پابند نہیں کرتا کہ وہ مجرم کو تلاش کرنے کے لئے جاسوسی

یں، تجسس کریں۔ بلکہ مجرم کے دل میں ایک طاقت ڈالتا ہے جس کے اثر سے وہ
نے آپ کو سزا کے لئے پیش کرتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں، امیر المومنینؑ کے
کثرت کے ساتھ ایسا ہوا کرتا تھا کہ لوگ خود پیغمبر یا امام کی خدمت میں حاضر ہوتے
ض کرتے کہ یا رسول اللہؐ (یا امیر المومنینؑ) ہم فلاں جرم کے مرتکب ہوئے ہیں، ہم
د تیجئے۔ ہم آلودہ ہیں، ہمیں پاک کر دیجئے۔

ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں نے
ہے، مجھے سزا دیجئے۔ (کیونکہ اس قسم کے مسائل میں ایسے شخص کے لئے چار مرتبہ اقر
ا ضروری ہے، ایک مرتبہ کا اقرار کافی نہیں، لہٰذا) پیغمبرؐ نے فرمایا: لَعَلَّکَ قَبَّلْ
تم نے اس عورت کا بوسہ لیا ہوگا اور کہہ رہے ہو کہ میں نے زنا کیا ہے (یعنی آنحضر
منہ میں الفاظ رکھ رہے ہیں)۔ اگر وہ کہے کہ ہاں میں نے بوسہ لیا ہے تو کہہ سکتے
بوس و کنار بھی زنا کی مانند ہے اور معاملہ صرف یہیں پر ختم ہو گیا ہوگا۔ اس نے کہا: نہی
اللہ کے رسولؐ! میں نے زنا کیا ہے۔ فرمایا: لَعَلَّکَ غَمَزْتَ، شاید تو نے برائی
ارادہ کیا ہوگا، یا اسکے جسم کو ٹٹولا ہوگا۔ (شاید وہ کہے کہ ہاں، ایسا ہی تھا، اس
ہ میں نے کچھ نہیں کیا تھا)۔ اس نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کا مرتک
وں۔ آپؐ نے فرمایا: شاید تو زنا کے قریب قریب پہنچ گیا ہو اور در حقیقت زنا واقع
و؟ اس نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسولؐ! میں آلودہ ہوا ہوں، میں ناپاک ہو گیا ہوں
س لئے آیا ہوں کہ آپؐ مجھ پر حد جاری فرمائیں اور اسی دنیا میں مجھے سزا دیں، می
چاہتا کہ میرا یہ جرم دوسری دنیا میں میرے ساتھ جائے۔

یہ حدیث جسے ہم اب پیش کر رہے ہیں "کافی" میں ہے (فروع کافی - ج ۷ - ص
)

ایک عورت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اے امیر المومنینؑ! می

نے زنائے محصنہ کا ارتکاب کیا ہے' میں شادی شدہ ہوں' شوہر کی غیر موجودگی میں زنا
تکب ہوئی ہوں اور اسکے نتیجے میں حاملہ ہوگئی ہوں۔ ''طَھِّرنی'' مجھے پاک کر دیجئے'
ودہ ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: ایک مرتبہ کا اقرار کافی نہیں' چار مرتبہ اقرار کرنا ضرو
ہے (۱) پھر یہ کہ اگر ایک شادی شدہ عورت زنا کی مرتکب ہو تو اسے ''رجم'' یعنی سنگسا
ئے گا۔ میں اگر تمہیں سنگسار کرنے کا حکم دوں گا تو اس بچے کا کیا بنے گا جو تمہارے
ں ہے؟ بچے کو تو ہم سنگسار نہیں کر سکتے۔ تم جاؤ' بچے کی پیدائش کے بعد آنا' ہم اس بچے
ر سے تمہیں سنگسار نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر وہ عورت چلی گئی۔

چند ماہ بعد دیکھتے ہیں کہ وہی عورت چلی آرہی ہے' ایک بچہ بھی اس کی گود
ے۔ کہتی ہے: یا امیر المومنینؑ طھرنی اے امیر المومنینؑ! مجھے پاک
یجئے۔ بولی' میرا عذر یہ بچہ تھا' اب یہ دنیا میں آچکا ہے (یہ دوسرا اقرار تھا)۔ امیر المومن
نے فرمایا: اب اس موقع پر اگر ہم تجھے سنگسار کر دیں تو اس بچے کا کیا قصور ہے؟ ابھی ا
ں کی ضرورت ہے' اسے ماں کا دودھ چاہئے' یہ ماں کی دیکھ بھال اور نگہداشت کا طال
ے۔ فی الحال جاؤ' ابھی اس بچے کو تمہاری ضرورت ہے۔ وہ عورت دل شکستہ اور رنج
لت لئے لوٹ گئی۔

ایک دو سال بعد وہ عورت دوبارہ آئی' بچہ بھی اسکے ساتھ تھا اور آ کے کہنے لگی: یا
یر المومنینؑ! طھرنی ''اب میرا بچہ دودھ نہیں پیتا' اسے دودھ پلانے والی
رورت نہیں رہی' بڑا ہو گیا ہے۔ اب مجھے پاک کر دیجئے۔ فرمایا: نہیں' ابھی اس بچے
ں کی ضرورت ہے۔ ابھی جاؤ۔ یہ سن کر اس عورت نے بچے کا ہاتھ پکڑا' اب وہ ر

) اسلام میں کسی صورت حتیٰ قاضی تک کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ تجسس کرے یا بہانے سے اق
ے بلکہ جب کوئی انسان اقرار کرتا ہے تو قاضی ایک بہانے کے ذریعے اسکے اقرار کو مسترد کرتا ہے۔

تھی اور یہ کہتی جاتی تھی کہ: خدایا! یہ تیسری مرتبہ ہے کہ میں گناہ کی اس آلودگی
ہونے کی غرض سے تیرے (مقرر کردہ) امام کی خدمت میں آئی ہوں، خلیفہ مسلم
پاس آئی ہوں اور وہ ہیں کہ ہر مرتبہ ایک بہانہ کر کے مجھے واپس لوٹا دیتے ہیں۔ بار
اس گندگی سے چھٹکارا چاہتی ہوں، میں آئی ہوں کہ وہ مجھے سنگسار کریں اور میں پا
اؤں۔ وہ یہ کہتی ہوئی جا رہی تھی کہ اتفاقاً اس پر عمرو بن حریث کی نگاہ پڑ گئی، یہ ا
انسان تھا۔ اس نے عورت سے پوچھا: کیا ہوا؟ کیا معاملہ ہے؟ عورت نے پورا ق
سنایا۔ عمرو بن حریث نے کہا: آؤ میرے ساتھ، میں تمہارا مسئلہ حل کرتا ہوں۔ تم ایسا
بچہ میرے حوالے کر دو، میں اس کی کفالت قبول کرتا ہوں۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ علیؑ
ت سے چوتھی مرتبہ اقرار لینا نہیں چاہتے۔

امامؑ دیکھتے ہیں کہ وہ عورت اپنے بچے اور عمرو بن حریث کے ساتھ واپس چلی آ ر
۔ آپؑ کے نزدیک آتی ہے اور کہتی ہے: یا امیر المومنینؑ! طهرنی (اے ا
ینؑ! مجھے پاک کر دیجئے)، میں نے زنا کیا ہے، بچے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے، اس شخ
سے پالنے پوسنے کی ذمے داری لے لی ہے، اب آپ مجھے پاک کر دیجئے۔۔۔

کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کو معاملے کا یہاں تک پہنچنا بہت ناگوار گزرا۔

یہ ایمان اور مذہب کی طاقت ہے جو انسان کے ضمیر کی گہرائیوں میں اثر انداز ہ
عدالت اور اخلاق کے سامنے جھکا دیتی ہے۔ عبادت اس لئے ہے تاکہ انسان
حیات کی تجدید ہو، اسکا ایمان تازہ ہو، اس میں طراوت اور نشاط پیدا ہو، وہ قوت
ت حاصل کرے۔

جتنا انسان کا ایمان زیادہ ہوگا، اتنا ہی وہ خدا کو زیادہ یاد رکھے گا، اور جتنا انسا
یاد رہے گا اتنا ہی وہ گناہ کا کم مرتکب ہوگا۔ گناہ اور نافرمانی کرنے یا نہ کرنے کا د
لم پر نہیں ہے، اسکا دارومدار غفلت اور یاد پر ہے۔ جتنا انسان غافل ہوگا، یعنی اس

خدا کو فراموش کر دیا ہوگا' اتنا ہی زیادہ وہ گناہ کا ارتکاب کرے گا اور جتنا زیادہ وہ
یاد رکھے گا' اتنی ہی اسکی نافرمانیاں کم ہوں گی۔

...مت اور ایمان

آپ نے سنا ہوا ہے کہ انبیاءؑ اور ائمہؑ معصوم ہوتے ہیں۔ اگر آپ سے پوچھ...
...ئے کہ انبیاءؑ اور ائمہؑ کے معصوم ہونے کے کیا معنی ہیں؟ تو آپ اسکا جواب دیں گے...
...ی کسی بھی صورت میں گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے۔

ٹھیک ہے۔ (عصمت کے) معنی یہی ہیں۔ لیکن اگر اسکے بعد آپ سے سوال...
...ئے کہ (یہ لوگ) کیوں گناہ نہیں کرتے؟ تو ممکن ہے آپ اس سوال کا دو طرح...
...ب دیں۔ ایک یہ کہ انبیاءؑ اور ائمہؑ اس وجہ سے معصوم ہیں اور گناہ نہیں کرتے کہ خدا...
ان کے ارتکابِ گناہ میں رکاوٹ ہے' اس نے انہیں بالجبر گناہ اور معصیت سے ر...
...ہے۔ یعنی جب کبھی وہ گناہ کرنا چاہتے ہیں' خدا رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہے اور ان کا را...
...ب دیتا ہے۔

اگر عصمت کے معنی یہ ہیں تو یہ (انبیاءؑ اور ائمہؑ کے لئے) کوئی فضیلت اور کما...
...ں۔ اگر میرے اور آپ کے ساتھ بھی اسی طرح ہونے لگے کہ جوں ہی ہم گناہ ک...
...ں' خدا کی نافرمانی کرنا چاہیں تو ایک خارجی طاقت ہمارے راستے میں حائل ہو جا...
...ے مانع و مزاحم ہو جائے اور ہمارے اور گناہ کے درمیان رکاوٹ بن جائے۔ ا...
...ت میں بحالتِ مجبوری ہم بھی گناہ سے محفوظ رہیں گے۔

پس' ایسی صورت میں انہیں (انبیا اور ائمہؑ کو) ہم پر کیا فضیلت ہوئی؟ اس صورت...
ان کے اور ہمارے درمیان صرف یہ فرق ہوگا کہ وہ خدا کے ایسے بندے ہیں جنہیں...
...نے خاص امتیاز دیا ہوا ہے' جب وہ خدا کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں تو خدا ان...

تے میں حائل ہو جاتا ہے لیکن (ہمیں یہ امتیاز حاصل نہیں) جب ہم نافرمانی کا ار
تے ہیں' تو خدا ہمارا راستہ نہیں روکتا۔

نہیں' یہ خیال غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ان (انبیاءؑ اور ائمہؑ) کے معصوم ہونے کے معنی
ں ہیں کہ وہ گناہ کرنا چاہتے اور خدا ان کے مانع ہو جاتا ہے!

پس پھر حقیقت کیا ہے؟

عصمت کے معنی' ایمان کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہونا ہے۔ جتنا ایمان زیاد
نا ہی انسان کو خدا زیادہ یاد رہے گا۔ مثلاً ایک بے ایمان انسان ایک روز گزارتا
ہفتہ گزارتا ہے' ایک مہینہ گزارتا ہے' جو چیز اسکے ذہن میں پھٹکتی تک نہیں' وہ خدا ہے
خص یکسر غافل ہے۔

بعض لوگوں کو کبھی کبھی خدا یاد آتا ہے۔ اس موقع پر انہیں خیال ہوتا ہے کہ ہمارا ا
ہے' خدا ہمارے سروں پر ہے اور وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ لیکن خدا اسی ایک لمحے کے
کے ذہن میں آتا ہے' اسکے بعد وہ اسے ایسے بھلا بیٹھتے ہیں جیسے سرے سے کسی خد
ہی نہیں۔

لیکن کچھ افراد جن کا ایمان (مذکورہ بالا لوگوں سے کچھ) زیادہ ہوتا ہے' کبھی غفل
ہوتے ہیں' کبھی بیدار۔ جب غافل ہوتے ہیں تو ان سے گناہ صادر ہوتے ہیں لیک
بیدار ہوتے ہیں تو اس بیداری کے نتیجے میں ان سے گناہ صادر نہیں ہوتے۔ کیو
وہ خدا کی جانب متوجہ ہوتے ہیں تو ان سے گناہ کے صدور کا امکان ختم ہو جاتا ہے
زنی الزانی وھو مومن (کوئی حالتِ ایمان میں زنا نہیں کرسکتا۔ وسائل الشیع
ص ۲۴ - ج ۱۴)

جب انسان کی روح میں سچا ایمان موجود ہو اور وہ بیدار ہو تو گناہ میں مبتلا نہیں
۔ اب اگر انسان کا ایمان کمال کی حدوں کو چھو لے' یہاں تک کہ وہ خدا کو ہمیشہ حاض

ر سمجھنے لگے ۔ یعنی خدا ہمیشہ اس کے دل میں موجود ہو' تو اس صورت میں وہ کبھی بھی غا
ں ہوتا' ہر عمل کی انجام دہی کے دوران خدا کی یاد اسکے ساتھ ساتھ ہوتی ہے ۔ قر
کہتا ہے:

''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ''

''وہ مرد جنہیں کاروبار یا خرید و فروخت ذکرِ خدا سے غافل نہیں کر سکتی۔''

(سورۂ نور ۲۴ – آیت ۳۷)

(قرآن) یہ نہیں کہتا کہ وہ لوگ جو تجارت نہیں کرتے ۔ اسلام لوگوں کو تجارت
وبار سے روکنے کے لئے نہیں آیا۔ یہ نہیں کہتا کہ تجارت نہ کرو۔ اسکے برعکس حو
ئی کرتا ہے کہ محنت کرو' کماؤ' کاروبار کرو' تجارت کرو۔ وہ لوگ جو خرید و فروخت کر
تجارت کرتے ہیں' کماتے ہیں' ملازمت کرتے ہیں لیکن ان سب چیزوں کے باو
لمحے کے لئے بھی خدا سے غافل نہیں ہوتے ۔ دکان کے کاؤنٹر پر کھڑے ہوتے
یں فروخت کرتے ہیں' تولتے ہیں' بولتے ہیں' پیسے لیتے ہیں اور مال حوالے کرتے
ں جس چیز کو وہ ایک لمحے کے لئے بھی فراموش نہیں کرتے وہ ''خدا'' ہے ۔ خدا ہمیشہ
ذہن میں رہتا ہے ۔

اگر کوئی ہمیشہ بیدار ہو' ہمیشہ خدا اسکے ذہن میں ہو' تو قدرتی بات ہے کہ وہ کبھی
ہ کا مرتکب نہیں ہوگا۔ البتہ ہم ایسی دائمی بیداری معصومینؑ کے سوا کسی اور میں نہ
ے ۔ (چنانچہ) معصومینؑ یعنی وہ لوگ جو کسی بھی لمحے خدا کو نہیں بھولتے ۔

آپ کی خدمت میں ایک مثال عرض کرتا ہوں: کیا کبھی آپ کے ساتھ ایسا اتف
ہے کہ (آپ نے جانتے بوجھتے) اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دیا ہو' یا آگ میں کود پڑ
ں؟ اگر آپ کو معلوم نہ ہو' بے خبری میں ایسا ہو گیا ہو تو دوسری بات ہے ۔ پوری زند
ایک بار بھی ایسا نہیں ہوتا کہ ہم میں سے کوئی ارادتاً خود کو آگ میں جھونک دے ۔ ال

م خودکشی کرنا چاہیں تو (بات دوسری ہے)۔

ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لئے ہے کہ ہم بخوبی یہ بات جانتے ہیں کہ آگ کا
ا ہے' یہ جانتے ہیں کہ اگر آگ کے بھڑکتے شعلوں میں گر جائیں تو یقیناً زندگی
دھوبیٹھیں گے۔ ہم قطعی اور یقینی طور پر اس بات کا علم رکھتے ہیں اور جوں ہی ہمیں آ
آتی ہے یہ علم ہمارے ذہن میں حاضر ہو جاتا ہے اور ہم ایک لمحے کے لئے بھی اس
ل نہیں ہوتے۔ لہذا ہم اپنے آپ کو آگ میں جھونکنے سے معصوم ہیں۔ یعنی ہم
ل یہ علم و یقین اور ایمان کہ آگ جلانے کی صلاحیت رکھتی ہے' ہمیں آگ میں
نے سے باز رکھتے ہیں۔

جتنا ہم آگ کے جلانے کی صلاحیت پر ایمان رکھتے ہیں' اتنا ہی اولیائے خدا'
جلانے کی صلاحیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہذا وہ معصوم ہوتے ہیں (کسی گناہ کے قر
ں جاتے)۔

اب جبکہ معصوم کے معنی معلوم ہو چکے ہیں' تو اس جملے کا مقصد بھی واضح ہو گیا ہو گا
بادت اسلام کی تربیتی اسکیم کا حصہ ہے"۔ عبادت اس لئے ہے کہ انسان کو تھوڑی تھو
حد خدا کی یاد دلائی جائے اور انسان کو جتنا خدا یاد ہو گا اتنا ہی زیادہ وہ اخلاق' عدا
نوق کا پابند ہوگا۔ یہ ایک بالکل واضح (clear) بات ہے۔

لام' دنیا اور آخرت کا جامع

اب اپنی پوری توجہ اس موضوع پر مرکوز فرمائیے کہ اسلام میں دنیا اور آخرت ک
ح باہم ملے ہوئے ہیں۔ اسلام مسیحیت کی طرح نہیں ہے۔ مسیحیت میں دنیا اور آخر
ساب جدا جدا ہے۔ مسیحیت کہتی ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں علیحدہ علیحدہ عالم ہیں
دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جا سکتا ہے) یا یہ' یا وہ۔ لیکن اسلام میں ایسا نہیں

ہے۔ اسلام آخرت کو دنیا کے ساتھ اور دنیا کو آخرت کے ہمراہ قرار دیتا ہے۔ مثلاً نماز
و لے لیجئے' اسکا خالص اخروی پہلو یہ ہے کہ انسان خدا کو یاد کرے' خوفِ خدا رکھے۔

حضورِ قلب اور خدا کی جانب متوجہ ہونے کیلئے اس قدر ادب آداب کی ضرور
بس کہ انسان پہلے جا کے وضو کرے' اپنے آپ کو دھوئے' صاف کرے۔ کیا خدا
قات کے لئے وضو اور پاکیزگی کوئی تاثیر رکھتی ہے؟ خدا کے حضور جانے کے لحاظ
س بات کی کوئی تاثیر نہیں کہ انسان کا منہ دھلا ہوا ہے یا نہیں' لیکن خداوند عالم فرماتا
ا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ' فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ (۱)
سکے بعد نماز پڑھو۔

دیکھا آپ نے (اسلام نے) صفائی کو عبادت کے ساتھ ملا دیا ہے: وَاِنْ کُنْتُ
نُبًا فَاطَّھَّرُوْا (۲) اور یہاں عبادت کے ساتھ پاکیزگی کا ذکر ہے۔

اگر آپ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو آپ کی عبادت کی جگہ مباح ہونی چاہئے' غصب
دہ نہ ہو۔ وہ جانماز جس پر کھڑے ہو کر آپ نماز پڑھتے ہیں' وہ لباس جسے پہن کر آ
ز ادا کرتے ہیں' اسے حلال اور مباح ہونا چاہئے۔ اگر آپ کے لباس کا ایک دھاگا
ی ہوا' تو آپ کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس مقام پر عبادت حقوق کا دامن تھام
ہے۔ خدا کی عبادت کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ کہا جا رہا ہے کہ (لوگوں کے) حقوق کا
رام کیجئے۔ یعنی اسلام کہتا ہے کہ میں ایسی عبادت قبول ہی نہیں کرتا جس میں دوسرو
ے حقوق کا پاس و لحاظ نہ رکھا گیا ہو۔

ایمان والو! جب بھی نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھو
رہ مائدہ۔ آیت ۶۔
اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرو۔ سورۂ مائدہ۔ آیت ۶۔

لہٰذا جب نماز پڑھنے والا کوئی شخص' نماز پڑھنا چاہتا ہے تو پہلے یہ دیکھتا ہے کہ یہ گ
ں میں' میں ہوں' اسے میں نے کسی سے بالجبر تو نہیں ہتھیایا؟ اگر جبراً قابض ہوں'
ری نماز باطل ہوگی۔ پس اگر وہ نماز پڑھنا چاہتا ہے تو مجبور ہے کہ پہلے اپنے لئے ایک
سے گھر کا بندوبست کرے جو اسکے لئے حلال ہو۔ یعنی اسکے اصل مالک سے خریدا ہوا ہو
(مالک) اسکے وہاں رہنے سے راضی ہو۔ وہ جس فرش پر کھڑا ہے' اس کا مسئلہ بھی یہ
ے۔ اسکا لباس بھی ایسا ہی ہونا چاہئے' حتیٰ اگر ناداروں کے حقوق' خمس یا زکات (وغیر
ں اس کے ذمے ہوں' تو انہیں بھی ادا کرے۔ اگر اس نے انہیں ادا نہ کیا ہوگا' تو بھی ا
ز باطل ہوگی۔

اسی طرح (اسلام) ہم سے کہتا ہے اگر نماز پڑھنا چاہتے ہو تو تم سب کو کعبہ
ف رخ کر کے کھڑے ہونا ہوگا۔ کعبہ کہاں ہے؟ وہ اولین معبد جو دنیا میں خدا کی پرستش
ے لئے بنایا گیا' کہاں واقع ہے؟: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّ
ـرَ كًـا (بے شک سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ مکہ میں ہے
رک ہے۔ سورۂ آل عمران ۳ - آیت ۹۶)۔ تم سب پر اس اولین معبد اور مسجد کی سمت
خ کر کے کھڑا ہونا لازم ہے جسے خدا کے عظیم پیغمبر ابراہیمؑ اور ان کے فرزند اسماعیلؑ نے
ر کیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ہم کعبہ کی طرف رخ کر کے کیوں کھڑے ہوں؟ کیا وہاں خدا ہے
یا خدا (معاذ اللہ) خانۂ کعبہ کے اندر ہے؟ قرآن مجید جو یہ کہتا ہے کہ: فَاَيْنَمَا تُوَلُّو
ثَمَّ وَجْهُ اللهِ (۱) ۔ تم جہاں کہیں رخ کر کے کھڑے ہو جاؤ' وہیں خدا ہے' تم چاہے
ئیں طرف رخ کرو یا بائیں طرف' خدا کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو۔ اوپر رخ کرو

ہٰذا تم جس جگہ بھی قبلے کا رخ کرلو گے سمجھو وہیں خدا موجود ہے۔ سورۂ بقرہ ۲ - آیت ۱۱۵۔

خدا کی طرف تمہارا رخ ہوگا۔ اور پیغمبرؐ نے فرمایا ہے: اگر تمہیں رسی سے باندھ کر
ن کے ساتویں طبقے تک بھی لے جائیں تب بھی خدا کی طرف جاؤ گے۔ مشرق کی طر
تب بھی خدا کی طرف جاؤ گے' مغرب کی طرف جاؤ' تب بھی خدا کی طرف جاؤ
ں جو بیٹھے ہوئے ہو' خدا کے ساتھ ہو۔ خدا کی کوئی سمت نہیں۔

(اگر ایسا ہے تو) پھر ہم کعبہ کی طرف رخ کر کے کیوں کھڑے ہوں؟

(اسلام) کہتا ہے کہ آپ عبادت کی انجام دہی کے دوران ایک اجتماعی تعلیم
ت بھی حاصل کیجئے۔ آپ سب کو ایک نقطۂ واحد کی طرف رخ کر کے کھڑے
ہئے' اگر ایسا نہ ہو تو ایک شخص ایک طرف رخ کئے کھڑا ہوگا اور دوسرا دوسری طرف او
قے اور انتشار کی علامت ہے۔ لیکن اگر تمام لوگ ایک نقطے کی جانب رخ کر
ے ہوں' تو اسکا مطلب ہے کہ سب یکسو ہیں۔

تمام مسلمانوں کی ایک ہی سمت اور جہت ہونی چاہئے' اس مقصد کے لئے کس نقط
ب کریں جس میں شرک کی بو بھی نہ پائی جاتی ہو؟ ۔۔۔ (اسلام) کہتا ہے کہ اس نقط
ب کرو جس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونا یہ کہلائے کہ تم نے عبادت کا احترام ملحو
ہے' اس سمت رخ کر کے کھڑے ہو جو اولین معبد ہے' معبد کا احترام عبادت کا احتر

پھر (اسلام) کہتا ہے کہ اگر عبادت کرنا چاہتے ہو تو اسکا ایک متعین اور خاص وق
س میں سیکنڈوں کا بھی خیال رکھا جانا چاہئے۔ صبح کی نماز کا وقت طلوع صبح کے آ
لے کر طلوع آفتاب کی ابتداء تک ہے۔ اگر تم نے جانتے بوجھتے صبح طلوع ہونے
سیکنڈ پہلے یا سورج طلوع ہونے کے بعد نماز شروع کی تو تمہاری نماز باطل ہو
ت نہ ہوگی۔ نماز کو ان دو (اوقات) کے درمیان ہونا چاہئے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آ
ں کہ مجھے نیند آ رہی ہے' رات بھر کا جاگا ہوا ہوں' گو ابھی صبح طلوع ہونے میں ای

گھنٹہ باقی ہے' یوں بھی خدا کو نہ تو نیند آتی ہے اور نہ بیداری کا اس سے کوئی تعلق ہے'
ہدا طلوعین کے درمیان (معاذ اللہ) اپنا مخصوص لباس پہن کر نماز قبول کرنے کے لئے
و کے بیٹھتا ہے؟ ۔۔۔ خدا کے لئے تو تمام ساعات اور تمام لمحات مساوی ہیں :
ـاْخُـذُه' سِـنَةٌ وَّلاَ نَوْمٌ (۱) ۔ لہٰذا کیونکہ میں نے رات جاگ کر گزاری ہے' بہت ز
ں کی نیند آ رہی ہے' کیوں نہ آدھے گھنٹے پہلے نماز پڑھ لوں ۔

نہیں جناب' وقت کی پابندی ضروری ہے ۔ اپنے مقررہ وقت کے علاوہ
وسرے وقت میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی ۔

کیا خدا کی نظر میں اس وقت یا اس وقت کے درمیان کوئی فرق ہے؟ نہیں' ۔۔ با
پ کے لئے فرق ہے ۔ نماز کے ذریعے آپ کی تربیت مقصود ہے' اگر آپ رات کو
بجے تک بھی بیدار رہے ہیں' تب بھی آپ کو طلوعین کے درمیان اٹھ کر نماز ادا کر
ہئے ۔ یہی حال ظہر اور عصر کی نمازوں کا ہے' (یہ بھی) قبل از وقت قبول نہیں' وق
زرنے کے بعد بھی قبول نہیں ۔ مغرب اور عشا کی نمازوں میں بھی ایسا ہی ہے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز تو عبادت ہے' خدا پرستی ہے' بھلا خدا پرستی کو ا
ملات سے کیا سروکار؟

نہیں جناب' اسلام میں خدا پرستی ان مسائل سے مربوط ہے ۔ اسلام عبادت
تش اور دوسرے مسائل کے درمیان تفریق کا قائل نہیں ۔

(ممکن ہے کوئی کہے کہ) میں نماز پڑھتا ہوں' لیکن نماز کے دوران گریہ بھی کر
ہتا ہوں ۔ میں مصیبت میں مبتلا ہوں' پریشانی کا شکار ہوں' چاہتا ہوں کہ نماز کے درمیا
ھ آنسو بہا لوں ۔ یا کوئی بات میرے ذہن میں آ جائے' کوئی چیز دیکھوں اور ہنس پڑوا

ا سے نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ ۔ سورۂ بقرہ ۲ - آیت ۲۵۵ ۔

ر ایسا کروں) تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔

نہیں جناب' ایسا نہیں ہے۔ نماز احساسات کو ضبط کرنے کا مظہر ہے' حالت نہ
جب آپ ایک نقطے کی سمت متوجہ ہوں تو اسی نقطے کی سمت متوجہ رہنا چاہئے۔ نہ دائیں
ئیں' نہ پیچھے' حتیٰ اپنا سر ادھر ادھر گھمانے کا بھی حق نہیں' ایک چوکس (Alert) حال
کھڑے ہونا چاہئے۔

کیا نماز میں ہنسا اور رویا جا سکتا ہے؟

نماز کے دوران کھانے پینے کا حکم کیا ہے؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی چیز عبادت کی روح سے متصادم نہیں
کو یاد کر رہے ہیں ساتھ ساتھ ہنسی آ رہی ہے' ہنسنا چاہتے ہیں۔ رونا آ رہا ہے' رونا چا
۔ یا دورانِ نماز کوئی چیز کھانا چاہتے ہیں۔

نہیں جناب' آپ کو اس تھوڑی سی مدت کے لئے مشق کرنی چاہئے تا کہ اس دورا
پ کو اپنے پیٹ پر کنٹرول ہو' اپنی ہنسی پر کنٹرول ہو' اپنے رونے پر کنٹرول ہو' اپنی بے نف
ٹرول ہو۔ یہ اجتماعی مسائل میں سے ہے' لیکن عبادت ہے۔ کیونکہ اسلام میں عباد
ی اسکیم کا ایک حصہ ہے' اس اصول کی رعایت کئے بغیر مقبول نہیں۔

کیا سکون کے ساتھ جم کے کھڑے ہونا چاہئے؟

بعض کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے!!! میں نماز کی حالت میں حمد اور سورے
ت کرتے ہوئے اسکی تمام شرائط کو ملحوظ رکھتا ہوں لیکن اگر اپنے جسم کو حرکت دوں' ای
ٹھا کر دوسرے پیر پر رکھ لوں' اپنے آپ کو دائیں بائیں جنبش دوں' تو کہا جاتا ہے
ری یہ نماز باطل ہے۔ رکوع یا سجود میں بھی اگر اپنے آپ کو ہلاؤں جلاؤں' اپنے پیر و
ھوں کو حرکت دوں' تو کہتے ہیں کہ تمہاری یہ نماز باطل ہے۔ (کہتے ہیں) آرام ا
ن کے ساتھ نماز پڑھو۔ یعنی جب کھڑے ہو اور اللہ اکبر کہنا چاہو تو جب تک تمہارا بد

لت نہ ہو جائے اس وقت تک اللہ اکبر نہ کہو۔ اگر ہلتے ہوئے اللہ اکبر کہا تو نماز باطل
۔ پہلے سکون سے کھڑے ہو، پھر اللہ اکبر کہو۔ اسکے بعد اگر ہلنا ہو تو ہلو لیکن ہلتے وقت کو
ے زبان سے ادا نہ کرو، کوئی ذکر نہ کرو۔ اگر بالفرض تمہارے پاؤں میں درد ہ
رے کسی اور عضو میں تکلیف ہو تو خاموش ہو جاؤ، پرسکون ہو جاؤ جب ٹھہر جاؤ تو پھر
ع کرو بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین کہو۔
کے درمیان تمہارے پاؤں میں تکلیف ہو، تو ٹھہر جاؤ، خاموش ہو جاؤ، اسکے بعد دو
ں سے شروع کرو۔ (نماز) سکون اور اطمینان کے ساتھ ہونی چاہئے۔ اس دورا
ری روح بھی پرسکون ہو اور تمہارا جسم بھی۔

آتے ہیں نماز کے دوسرے حصوں کی طرف۔

نماز خدا کی جانب توجہ کا نام ہے۔ غیر خدا کی جانب توجہ شرک ہے۔ لیکن اس کے
ود ہم سے کہا گیا ہے کہ نماز میں کہو: اَلسَّلامُ عَلَیْنا وَعَلیٰ عِبادِ اللہِ الصَّالِحین
پر اور تمام صالح بندگانِ خدا پر ہمارا سلام ہو)۔ اس طرح ہم خدا کے تمام صالح ا
بندوں سے یکجہتی، موافقت اور صلح و صفا کا اعلان کرتے ہیں۔ آج کی اصطلاح میں
اچھے لوگوں کے ساتھ مل جل کے باہمی محبت اور سلامتی کے ساتھ رہنے کا اعلان کر
۔ حالتِ نماز میں کہتے ہیں کہ ہم کسی صالح بندۂ خدا سے دشمنی اور عداوت نہیں رکھتے
لہ اگر ہم کسی صالح اور نیک انسان سے دشمنی اور عداوت رکھتے ہوں تو (اسکے معنی
لہ ہم) خود صالح اور نیک نہیں۔

کچھ لوگوں کے خیال میں: اَلسَّلامُ عَلَیْنا وَعَلیٰ عِبادِ اللہِ الصَّالِحین کہنا
ت کی روح، (جو بارگاہِ الٰہی میں حضورِ قلب کا اظہار ہے) سے کوئی ربط نہیں رکھتا۔ لیکن
ت یہ ہے کہ اسلام میں عبادت کی روح اور جسم تربیتی مسائل سے گندھے ہوئے ہیں
نماز پروردگار سے قرب کی سواری ہونے کے ساتھ ساتھ، تربیت کا مکتب و مدر

ہے۔ معنوی اور روحانی مسائل کے لحاظ سے انسان جتنا اپنے آپ کو اور دوسرو
وش کرے بہتر ہے لیکن اجتماعی نکتۂ نظر سے دوسروں کو فراموش نہ کرنا لازم اور ضرو
۔

سورۂ حمد (۱) جو نماز کا لازمی جز ہے' اس میں ہم کہتے ہیں: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ
نَعِیْنُ ۔ یہ نہیں کہتے کہ: ایاک اعبدو ایاک استعین ۔ ایاک اعبد' اصط
م واحد ہے' اس کے معنی ہیں کہ خدایا! میں صرف تیری پرستش کرتا ہوں' صرف تجھ
لیتا ہوں' لیکن ہم یہ نہیں کہتے' بلکہ کہتے ہیں: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن
یا ہم صرف تیری پرستش کرتے ہیں' صرف تجھ ہی سے مدد واستعانت طلب کرتے ہیں
کہتے ہیں: خدایا! میں تنہا نہیں ہوں' میں دوسرے تمام مسلمانوں کے ساتھ ہوں۔

اس طرح انسان عبادت کی حالت میں اسلامی معاشرے سے اپنی وابستگی
ی کا اظہار کرتا ہے۔ کہتا ہے: خدایا میں ایک فرد نہیں ہوں' ایک نہیں ہوں' میں عضو ہو
ں کا ایک جز اور ایک بدن کا حصہ۔ ''ہم'' ہوں ''میں'' نہیں ہوں۔ دنیائے اسلام
ں'' نہیں پایا جاتا ''ہم'' پایا جاتا ہے۔
رف تیری عبادت کرتے ہیں' صرف تجھ سے مدد کے خواستگار ہیں۔

ا کی کبریائی

نماز کے دوسرے حصے بھی اسی طرح ہیں' ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک د
تذکرا اور یاددہانی ہے۔

ر نماز میں سورۂ حمد پڑھنا ضروری ہے۔ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب (بغیر سورۂ فاتحہ کے
ت نہیں)۔ دوسرے سورے کی جگہ پر کسی بھی سورے کا انتخاب کیا جاسکتا ہے' لیکن سورۂ حمد پڑھنا
-

مثلاً آپ ''اللہ اکبر'' کے لفظ پر غور کیجئے۔

آخر وہ کونسا انسان ہے جو کسی عظیم شے کا سامنا ہونے پر اس سے مرعوب نہ
ان میں خوف پایا جاتا ہے۔۔۔ جب وہ کسی پہاڑ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے یا اسکی چوٹی
رے ہو کر نیچے نگاہ ڈالتا ہے' تو اس پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ سمندر کی بپھری ہو
س دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ جب کسی صاحبِ قدرت و ہیبت ہستی کو دیکھتا
ے اور جاہ و حشم کی مالک کسی ہستی کا سامنا کرتا ہے' یا اسکی خدمت میں جاتا ہے' تو مم
سکے حواس باختہ ہو جائیں' اسکی زبان میں لکنت آ جائے۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟۔۔ اس لئے کہ وہ اس کی عظمت و ہیبت سے مرعوب ہو ج
۔ یہ انسان کے لئے ایک طبعی بات ہے۔

لیکن اللہ اکبر کہنے والا شخص' ایسا شخص جو اپنے آپ کو خدا کی کبریائی کی تلقین کرتا
کسی چیز یا کسی ہستی کی عظمت مرعوب نہیں کرتی۔ کیوں؟ کیونکہ ''اللہ اکبر'' یعنی ہر
بڑی بلکہ ہر توصیف سے بڑی ذات' ذاتِ اقدسِ الٰہی ہے' یعنی اس بات کا اظہار
خدا کو عظیم سمجھتا ہوں' اور جب میں خدا کو عظیم سمجھتا ہوں تو اسکے معنی یہ ہیں کہ میر
نے اس کائنات کی تمام اشیا حقیر ہیں۔ اللہ اکبر کا لفظ انسان کو شخصیت عطا کرتا
ن کی روح کو بزرگی اور بلندی عطا کرتا ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: عَظُمَ الْخالِقَ فِی اَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ ما دُونَہ فِ
ـنِهِمْ' (خالق ان کی نگاہ میں اس قدر عظیم ہے کہ ساری دنیا ان کی نگاہوں سے گر
۔ نہج البلاغہ - خطبہ ۱۹۱)۔ یعنی خدا اہل حق کی روح میں جلوہ افروز ہے لہٰذا ان کی ن
دا کے سوا ہر چیز پست اور معمولی ہے۔

اس مقام پر آپ کے لئے ایک وضاحت عرض ہے:

چھوٹا اور بڑا ہونا ایک نسبی (Relative) امر ہے۔ مثلاً آپ حضرات جو ا

میں تشریف فرما ہیں' اگر یہاں آنے سے پہلے' اس سے ایک چھوٹے ہال میں (م
سے ایک تہائی چھوٹے ہال میں) بیٹھے ہوئے تھے' تو یہ ہال آپ کو بہت بڑا محسوس
لیکن اگر اسکے برعکس' پہلے آپ ایک ایسے ہال میں بیٹھے ہوں جو اس ہال سے تین گ
تھا تو جب وہاں سے یہاں آئیں گے تو آپ کو یہ ہال بہت چھوٹا معلوم دے گا۔

انسان جب کبھی مختلف چیزوں کی چھوٹائی اور بڑائی کا موازنہ کرتا ہے تو ان می
ٹی دکھائی دینے والی چیزوں کو چھوٹا اور بڑی نظر آنے والی چیزوں کو بڑا قرار دیتا ہے
ا ایسے افراد جو اپنے پروردگار کی عظمت و بزرگی سے آشنا ہیں اور اسکی عظمت کو محسو
تے ہیں' ان کی نظر میں خدا کے سوا ہر چیز حقیر اور چھوٹی ہے' بڑی نہیں ہوسکتی۔ سعدی
تان میں بہت عالی بات کی ہے:

بر عارفان جز خدا ہیچ نسیت ره عقل جز پیچ در پیچ نسیت

سعدی کہتے ہیں: اہل عرفان' خدا کے سوا کسی چیز کی حیثیت کے قائل نہیں' وہ ک
کہ کسی اور چیز کا سرے سے وجود ہی نہیں۔

''وحدت الوجود'' کے ایک معنی یہی ہیں کہ جب عارف کے سامنے خدا کی عظم
بزرگی واضح ہوجاتی تو وہ کسی بھی صورت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسکے سوا کسی اور چیز کا
رد ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر ''وہ'' وجود ہے تو ''اس'' کے سوا جو کچھ ہے وہ عدم ہے۔ سعد
بھی وجود کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ بعد میں کہتے ہیں:

توان گفتن این باحقایق شناس ولی خرده گیرند' اہل قیاس

حقیقت شناس لوگ جانتے ہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں' لیکن وہ لوگ جو (ان
ل میں) اہل قیاس ہیں وہ ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وحدت الوجود ک
کا نام ہے؟

که پس آسمان و زمین چیستند بنی آدم ودیو ودد کیستند

اگر خدا کے سوا کسی اور چیز کا وجود نہیں' تو پھر زمین کیا ہے؟ آسمان کیا ہے؟ بنی آ
ہے؟ دیو اور دو کیا ہے؟

پسندیده پرسیدی ای هوشمند | جو ابت بگویم درایت پسند
که خورشید و دریا و کوه و فلک | پری و آدمیزادو دیو و ملک
همه هرچه هستنداز آن کمترند | که باهستیش نام هستی برند

کہتے ہیں میں جب یہ کہتا ہوں کہ خدا کے سوا کچھ اور نہیں ہے تو اسکا مطلب یہ نہی
کہ آسمان و زمین' انسان اور فرشتے کسی بھی شے کا وجود نہیں۔تم کہتے ہو کہ میں دوسر
کے وجود کا منکر ہو گیا ہوں' نہیں' ایسا نہیں ہے بلکہ اس (خدا) کی عظمت کو جان لے
بعد میں اسکے سوا جس چیز کو بھی دیکھتا ہوں اسے ہستی قرار دینے سے خود کو عاجز
۔

که جای که دریا ست من چیستم | گراو هست حقا که من نیستم

جب آپ ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں تو اگر اپنی روح اور دل کی گہرائی سے کہیں گ
کی عظمت آپ کے سامنے مجسم ہو جائے گی۔اگر آپ کے دل میں خدا کی عظمت
ں پیدا ہو جائے تو پھر آپ کی نظر میں کسی اور کا عظمت و بزرگی کا حامل ہونا محال ہو
ا ہے کہ آپ کسی اور سے خوف کھائیں' کسی اور کے سامنے خضوع وخشوع کا اظہ
ں۔

یہی وہ چیز ہے جس کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ خدا کی بندگی انسان کو آزادی عطا کر
۔اگر انسان خدا کی عظمت اور بزرگی کو جان لے' تو اسکا بندہ بن جاتا ہے اور خدا
ی کا لازمہ خدا کے سوا ہر کسی سے آزادی ہے:

نشوی بنده تا نگردی حر | نتوان کرد ظرف پر را پر
چند گوئی که بندگی چه بود | بندگی جز شکندگی نبود

خدا کی بندگی غیر خدا کی بندگی سے آزادی کے مترادف ہے۔ کیونکہ خدا کی عظمت
بزرگی کے ادراک کا لازمہ غیر خدا کی حقارت اور اسکے بے قیمت ہونے کا ادراک
ہے۔ اور جب انسان غیر خدا کو' خواہ وہ کوئی بھی ہو' حقیر اور معمولی سمجھنے لگے تو محال ہے
جانتے بوجھتے کسی حقیر کی بندگی کرے۔ حقیر کی بندگی کو انسان غلطِ عظیم سمجھتا ہے۔

نماز کے دوسرے اذکار جیسے سبحان اللہ' الحمد للہ' سبحان ربی العظیم
و بحمدہ' سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ اور تشہد وغیرہ' ہر ایک میں ایک رمز
پوشیدہ ہے۔

ایک شخص نے حضرت علیؑ سے سوال کیا: ہم (نماز کی ہر رکعت میں) دو مرتبہ سجدہ
کیوں کرتے ہیں؟ جس طرح ایک مرتبہ رکوع کرتے ہیں اسی طرح ایک مرتبہ سجدہ
کیوں نہیں؟!!!

البتہ آپ جانتے ہیں کہ سجدے میں' رکوع سے زیادہ خضوع و خشوع اور عاجزی
و انکساری کا اظہار پایا جاتا ہے۔ کیونکہ سجدے میں انسان اپنے عزیز ترین عضو (انسان
کا عزیز ترین عضو سر ہے' جس میں انسان کا مغز ہوتا ہے اور سر میں بھی عزیز ترین نقطہ پیشانی
ہے) کو عبودیت اور بندگی کے اظہار کے طور پر پست ترین چیز یعنی خاک پر رکھتا ہے۔ اپنی
پیشانی خاک پر رگڑتا ہے اور اس طرح اپنے پروردگار کے سامنے اپنے معمولی اور حقیر
ہونے کا اظہار کرتا ہے۔

اس شخص نے کہا: ہم نماز کی ہر رکعت میں دو مرتبہ سجدہ کیوں کرتے ہیں' خاک میں
کیا خصوصیت پائی جاتی ہے؟

امیر المومنینؑ نے (اسکے جواب میں) یہ آیت پڑھی: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ فِيهَا
نُعِيدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى (اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے
اور اسی میں پلٹا کے لے جائیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔ سورۂ طٰہٰ ۲۰ - آیت

۵)۔اور پھر فرمایا: پہلی مرتبہ سجدے میں سر رکھ کر جب اوپر اٹھاتے ہو تو اسکا مطلب ا
ت کا اظہار ہے کہ: مِنْهَا خَلَقْنَاكُم ' (ہم سب خاک سے خلق ہوئے ہیں)' ہمارے ا
رے پیکر کی بنیاد خاک ہے' ہم جو کچھ بھی ہیں وہ اس خاک سے وجود میں آئے ہیں
ب دوسری مرتبہ اپنا سر خاک پر رکھتے ہو تو تمہارے ذہن میں یہ ہونا چاہئے کہ ایک د
نہیں مرکر خاک میں واپس جانا ہے۔ اور جب دوبارہ خاک سے اپنا سر اٹھاتے ہو
ہارے ذہن میں ہونا چاہئے کہ ایک مرتبہ پھر اس خاک سے اٹھائے جاؤ گے۔

ہل خانہ کے حوالے سے ذمے داری

ایک اور نکتے کا ذکر کر کے اپنے عرائض ختم کروں گا:

میرا دل بہت چاہتا ہے کہ نماز جو دین کا ستون ہے' ہم اسکی اہمیت کو جان لیں' ہ
ں۔ سب جانتے ہیں کہ ہم اپنے اہل خانہ کی نماز کے ذمے دار ہیں۔ یعنی اپنے بیو
وں کی نماز کے ذمے دار ہیں۔ ہم میں سے ہر فرد خود اپنی نماز کا بھی ذمے دار
ر اپنے اہل خانہ کی نمازوں کا بھی' یعنی اپنے بیوی بچوں کی نمازوں کا بھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے: وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰو
اصْطَبِرْ عَلَيْهَا (۱)۔ اے پیغمبرؐ! اپنے اہل خانہ کو نماز کی تاکید کیجئے اور خود بھی نماز ک
رے میں صابر رہئے۔ یہ (حکم) صرف پیغمبرؐ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہم سب اس بار
ں ذمے دار ہیں۔

بچوں (کو نماز کا عادی بنانے کے لئے ان) کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟
اس سلسلے میں بچوں کو بچپنے ہی سے نماز کی مشق کرانی چاہئے۔ شریعت کا حکم ہے ک

۱۔ اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دیں اور اس پر صبر کریں۔ سورۂ طہٰ ۲۰ - آیت ۱۳۲۔

ب آقاؤں کے سے انداز میں انہیں حکم دیں، ڈرائیں، دھمکائیں، ان کے سر پر سوار
یں۔ نہیں، بلکہ ہر اس ذریعے سے استفادہ کیجیے جس کے بارے میں آپ سمجھتے ہوں
ب کے بچوں کو نماز کی جانب راغب کرنے اور انہیں اس کا شوق دلانے کے سلسلے
مفید واقع ہوگا۔

ہمیں اپنے بچوں کے ساتھ مسجد جانے کا اہتمام کرنا چاہئے، تاکہ وہ مساجد ا
ت گاہوں سے آشنا ہوں۔ خود ہم لوگ جو اپنے بچپنے ہی سے مساجد اور معابد سے آ
اب آج کے ان حالات میں کس قدر مسجد جاتے ہیں؟ ہمارے بچے سات برس کی
اسکول جاتے ہیں، اسکول کے بعد کالج اور پھر یونیورسٹی لیکن کبھی انہوں نے مسجد
ہیں رکھا ہوتا، ایسی صورت میں کیا وہ مسجد جائیں گے؟ جی ہاں! یہ بچے لازماً مسجد
ہ ہیں گے۔ اس صورتحال میں کیا آپ یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ مساجد کے حالا
نہیں یا مثلاً (مذہبی اجتماعات میں) خطیب حضرات نامناسب باتیں کرتے ہیں (ا
ہم اپنے بچوں کو ان جگہوں سے دور رکھتے ہیں)۔ ان چیزوں (مساجد اور معابد)
ت کرنا بھی ہمارا فریضہ ہے۔ فریضہ کسی مقام پر ختم نہیں ہو جاتا۔ ایسی مساجد کی اصلا
ہماری ذمے داری ہے۔

پس اس بات کو بھی کبھی فراموش نہ کیجیے گا کہ ہم پر خود اپنی نماز کی ادائیگی بھی فرض
ود اپنے اہلِ خانہ کو نماز کا عادی بنانا بھی ہمارا فریضہ ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ
یں نماز کی جانب رغبت اور لگاؤ پیدا کریں، جس قدر ممکن ہو نماز پڑھنے کے فوائد
صیات اور نماز کے فلسفے سے اپنے بچوں کو آگاہ کریں۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ جب بعض اہلِ جہنم کو عذاب دیا جا رہا ہوگا تو ان سے پو
گا: مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ (کس چیز نے تمہیں اس جہنم میں پہنچایا ہے) قَالُوا لَ
مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ (ہم نماز نہیں پڑھتے تھے مسکینو

ا انہیں کھلاتے تھے) وَکُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ (لغو باتوں کی جگہ پر جا
۔سورۂ مدثر۷۴۔ آیت ۴۲ تا ۴۵) جہاں کہیں بھی دین مخالف باتیں کی جاتی تھیں
جا کر انہیں سنتے تھے' یا خود ایسی باتیں کرتے تھے۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے۔

یہاں سے سمجھ لیجئے کہ اسلام میں نماز کو اس قدر اہمیت کیوں حاصل ہے؟ کیوں
اسلامؐ نے فرمایا ہے کہ نماز اس خیمے کا ستون ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر نماز قائم ہو او
صحیح صحیح اجراء ہو تو ہر چیز ٹھیک ہو جائے۔

حضرت علی نے اپنی آخری وصیتوں میں' جنہیں آپ نے بارہا سنا ہوگا اور جو اللہ
سے شروع ہوتی ہیں (یہ وصیتیں کرنے کے چند ہی لمحے بعد آپؑ نے جان' جان آفریں
سپرد کر دی تھی)۔ انہی وصیتوں میں آپؑ نے نماز کے بارے میں فرمایا: اللّٰہَ ا
الصَّلاۃ فَاِنَّھَا عَمُودُ دِینِکُمْ (نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے
کا ستون ہے۔ نہج البلاغہ۔ مکتوب ۴۷)

روز عاشورا کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا اور جانتے ہوں گے کہ زیادہ
تیں ظہر کی نماز کے بعد واقع ہوئیں۔ یعنی ظہر کے وقت تک حضرت امام حسینؑ کے اک
ب' تمام بنی ہاشم اور خود امام حسینؑ (جو سب سے آخر میں شہید ہوئے) زندہ تھے۔ ظ
پہلے امام حسینؑ کے فقط تیس اصحاب' دشمن کی طرف سے ہونے والی ایک تیر انداز
شہید ہوئے تھے' اگر نہ امام کے لشکر کے باقی دوسرے افراد ظہر کے وقت تک بقید حیا

اصحابِ امام حسینؑ میں سے ایک شخص کو خیال آیا کہ ظہر کی نماز کی ادائیگی کا او
آ پہنچا ہے۔ وہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یا ابا عبداللہ! نماز کا وقت
نا ہے' ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپ کی اقتدا میں آخری نماز جماعت ادا کریں۔ امامؑ نے
اٹھا کر (آسمان کی طرف) دیکھا اور نماز کا وقت ہو چکنے کی تصدیق کی۔

یا: ذَکَرْتَ الصَّلوٰۃَ یا: ذَکَّرْتَ الصَّلوٰۃَ۔ اگر ''ذَکَرْتَ'' کہا ہوتو معنی ہوں
تمہیں نماز یاد آئی' اور اگر ''ذَکَّرْتَ'' کہا ہوتو معنی کئے جائیں گے کہ تم نے مجھے نماز
ذَکَرْتَ الصَّلوٰۃَ جَعَلَکَ اللّٰہُ مِنَ الْمُصَلِّینَ (تم نے نماز یاد دلائی'
ہیں نماز گزاروں میں سے قرار دے)

تصور کیجئے کہ ایک ایسا شخص جو سر بکف ہے' اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ہے' ایسے
بارے میں امامؑ دعا فرمار ہے ہیں کہ خدا تمہیں نماز گزاروں میں سے قرار دے۔ د
ب نے حقیقی نماز گزار کتنا عظیم مقام رکھتا ہے۔

فرمایا: ہاں' ہم نماز پڑھیں گے' اسی جگہ میدان جنگ میں نماز پڑھیں گے۔

اس موقع پر ایسی نماز پڑھی گئی جسے فقہ میں ''نمازِ خوف'' کہا جاتا ہے۔ نمازِ خو
فر کی نماز کی مانند چار رکعت کی بجائے دو رکعت ہوتی ہے۔ یعنی انسان اگر اپنے و
بھی ہوتو اسے دو رکعت ہی پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ حالات سازگار نہیں لہٰذا یہاں مختصر
ں چاہئے' اس لئے کہ تمام افراد کے نماز میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے دفاع
تحال خراب ہو جائے گی۔ سپاہیوں کا فرض ہے کہ اس نماز کے دوران آدھے سپا
ن کا مقابلہ کریں اور آدھے امام جماعت کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔ امام جماعت ا
ت پڑھنے کے بعد ٹھہرتا ہے تا کہ مقتدی اپنی دوسری رکعت پڑھ لیں۔ اسکے بعد و
اپنے دوسرے ساتھیوں کی جگہ لے لیتے ہیں۔ جبکہ امام اسی طرح بیٹھ کر یا کھڑے ہ
کا انتظار کرتا ہے۔ پھر دوسرے سپاہی آتے ہیں اور امام کی دوسری رکعت کے سا
ادا کرتے ہیں۔

امام حسینؑ نے اسی طرح نمازِ خوف ادا کی۔ لیکن امامؑ کو ایک خاص صورتحال در پ
۔ کیونکہ آپؑ دشمن سے زیادہ فاصلے پر نہ تھے۔ لہٰذا آپؑ کی حفاظت کرنے والا گر
پؑ کے بالکل سامنے کھڑا ہوا تھا' جبکہ بے حیا اور بے شرم دشمن نے انہیں نماز تک سکو

ے نہ پڑھنے دی۔ آپؑ نماز میں مشغول تھے کہ دشمن نے تیراندازی شروع کر دی' آ
وقسم کی تیراندازی کی گئی' ان میں سے ایک زبان کی تیراندازی تھی۔ دشمن کے ای
ہی نے چیخ کر کہا: حسین! نماز نہ پڑھو' تمہاری نماز کا کوئی فائدہ نہیں' تم اپنے زمانے
م (یزید) کے باغی ہو' لہٰذا تمہاری نماز قبول نہ ہو گی (نعوذ باللہ)۔ جبکہ دوسری
ازی معمول کے مطابق کمانوں سے پھینکے جانے والے تیروں کی تھی۔ امام حسینؑ کے
ی جنہوں نے اپنے آپ کو امامؑ کی ڈھال بنایا ہوا تھا ان میں سے ایک دو اصحاب (تی
ر کی وجہ سے) خاک پر گر پڑے۔ ان میں سے ایک سعید بن عبداللہ حنفی اس وقت گر
ب امام حسینؑ اپنی نماز تمام کر چکے تھے۔ وہ جانکنی کے عالم میں تھے کہ امامؑ ان
ہانے پہنچے۔ انہوں نے امامؑ کو اپنے سرہانے دیکھ کر ایک عجیب جملہ کہا' عرض کیا: یـ
ـا عبداللہ اوفیت (اے اباعبداللہ! کیا میں نے وفا کی؟)۔ یعنی' اب اس حا
بھی ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ امام حسینؑ کا حق اس قدر بلند و بالا ہے کہ اس کی
ئگی کے لئے ایسی گرانقدر فداکاری بھی شاید کافی نہ ہو۔

صحرائے کربلا میں ابوعبداللہ الحسینؑ نے اس انداز سے نماز ادا کی۔

اباعبداللہ نے اس نماز میں تکبیر کہی' ذکر کیا' سبحان اللہ کہا' بحول اللہ وقو
وم واقعد کہا' رکوع و سجود کئے۔ اس نماز کے دو تین گھنٹے بعد امام حسینؑ کے لئے ایک
ری نماز پیش آئی' دوسرا رکوع پیش آیا' دوسرے سجود پیش آئے۔ ایک دوسرے اند
دا آپ نے ذکر کیا۔ آپؑ کا رکوع اس وقت ہوا جب ایک تیر آپؑ کے مقدس سینے میں
اور آپؑ اسے اپنی پشت کی طرف سے نکالنے پر مجبور ہوئے۔

کیا آپ کو پتا ہے کہ اباعبداللہ کے سجود کی کیا صورت تھی؟ آپؑ نے پیشانی
ے نہیں کئے' کیونکہ آپؑ بے بس ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرے تھے' لہٰذا آپؑ
دا اپنا رخسار کربلا کی گرم ریت پر رکھا۔

اس موقع پر اباعبداللہ کا ذکر تھا: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَ عَلیٰ مِلَّۃِ رَسُولِ اللّٰہِ ' و
وْلَ وَلا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آ
طاہرین "

بِسْمِکَ الْعَظِیْمِ الْاَعْظَمِ۔

خدایا! ہماری عاقبت خیر فرما' ہم سب کو اپنی عبادت' عبودیت اور بندگی کی تو
رامت فرما۔

خدایا! ہمیں حقیقی نماز گزاروں میں سے قرار دے' ہم سب کی نیتوں کو خالص
ے۔ ہمیں شیاطینِ جن و انس کے شر سے محفوظ فرما۔

خدایا! ہم سب کے مرحومین کی مغفرت فرما۔ رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ قَرَأَ الْفَاتِحَۃَ
صلوات۔